ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

عدد مسلسل: ۳۹۲

جلد: ۳۴ ، شمارہ: ۸

ذیقعدہ ۱۴۳۷ھ = اگست ۲۰۱۶ء

اس شمارہ میں

۱- درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲- درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۳
۳- افتتاحیہ	معاون مدیر	۵
۴- گھریلو تشدد اور سماج پر......	ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس	۷
۵- امن وسلامتی کے فروغ میں...	محمد اسلم مبارک پوری	۱۴
۶- جنازہ میں دوسلام کی مشروعیت..	مولانا محمد یوسف مدنی	۲۱
۷- سانپوں کو قتل کرنے کا شرعی حکم	مولانا سیف الرحمٰن مدنی	۲۷
۸- ام المؤمنین عائشہ صدیقہ......	عبدالولی عبدالقوی	۳۱
۹- شہرت کی بھوک	ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی	۳۶
۱۰- جنگ آزادی اور علمائے......	مولانا ابوصالح دل محمد سلفی	۴۰
۱۱- عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۴
۱۲- اخبار جامعہ	ادارہ	۴۵
۱۳- باب الفتاوی	دارالافتاء	۴۷

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ

Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

لا إلهَ إلا الله محمد رسول الله

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

کلمہ طیبہ کا دوسرا جملہ "محمد رسول الله" ہے جس کا معنی اردو زبان میں یہ ہے ''محمد اللہ کے رسول ہیں''، بغیر اس کے اقرار کے کسی کا ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ اور کلمہ شہادت یہ ہے: "أشهد أن محمداً رسول الله" یعنی میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس جملہ کو اذان واقامت اور نماز میں دہرایا جاتا ہے۔ نماز میں اللہ کا بندہ اپنے رب سے سب سے قریب ہوتا ہے اور اس کے سامنے اس شہادت کا اقرار کرتا ہے۔

قرآن مجید میں اجمالاً و تفصیلاً صراحت کے ساتھ محمد ﷺ کی رسالت کا بیان موجود ہے۔ ساتھ ہی ساتھ گذشتہ قوموں کی طرف بھیجے گئے انبیاء اور رسولوں کے واقعات کو بھی بتایا گیا ہے اور ایک مسلمان سے یہ مطالبہ ہے کہ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان رکھے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ سے سچا کون ہوسکتا ہے۔ اس لیے سچا مسلمان وہی ہے جو قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کو سچ مانے اور تمام انبیاء ورسل پر ویسا ہی عقیدہ رکھے جیسا کہ قرآن کا مطالبہ ہے۔

کلمۂ شہادت کا پہلا جملہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ ہی سب کا معبود ہے اور اللہ کی صفات و اسماء حسنی سے اللہ کی عظمت کو سمجھا جاسکتا ہے۔ وہ تمام چیزوں کا خالق و مالک اور مدبر ہے۔ اس عظیم ہستی نے محمد ﷺ کو اپنا آخری رسول و پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اس رسالت سے بڑا منصب اور اس سے بڑی عزت اور اتنا عظیم مقام کسی اور کو حاصل نہیں۔ آپ ﷺ کسی بادشاہ وحکمراں کے پیغمبر نہیں تھے بلکہ خالق کائنات کے کلام و پیغام کو پہنچانے والے اور اللہ تعالی کے رسول و پیغمبر ہیں۔

اللہ تعالی حکیم وخبیر ہے، وہی اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے رسالت کے لیے منتخب کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:
﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلاً وَمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ (سورہ حج: ۷۵) اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے رسول منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

محمد ﷺ کو اللہ نے تمام رسولوں کے بعد رہتی دنیا تک کے لیے خاتم النبیین منتخب فرمایا۔ آپ کی ذات گرامی اپنے شہر وقبیلہ میں جانی پہچانی اور محبوب شخصیت تھی۔ نبوت سے پہلے کی چالیس سالہ زندگی پاک صاف اور واضح ہے اور سیرت کی کتابوں میں مختلف واقعات آپ کی فضیلت کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ سیرت نگاروں نے تمام واقعات کو جانچ پرکھ کر لکھا ہے۔ محدثین کرام نے بھی آپ کی زندگی کے جملہ حالات، آپ کے اخلاق اور آپ کے فرمودات کو جس باریک بینی اور تحقیق سے جمع کیا ہے یہ محمد ﷺ کی سیرت نگاری کا خاصہ ہے۔ میں نے اپنی کتاب ''اسلام کا تعارف'' میں تفصیل کے ساتھ اس کی تاریخ قلمبند کی ہے، جس کے مطالعہ سے اسلام کی حقانیت اور رسول کی عظمت کا احساس اجاگر ہوتا ہے۔ آج دنیا تشہیر اور سوشل میڈیا کی ہوچکی ہے۔ اسی بات کو سچ تسلیم کرلیا جاتا ہے جس کو سب سے زیادہ زور شور سے بیان کیا جاتا ہے اور جو شہرت کی وجہ سے عوام الناس میں مشہور ہوجاتا ہے۔ حق حق ہی ہے اور باطل باطل ہی رہے گا چاہے اس کے ماننے والوں کی تعداد جو بھی ہو۔ اس لیے محمد ﷺ کی شخصیت کو سمجھنے کے لیے محقق کتاب سے رجوع کرنا چاہیے اور پیشہ ور قصہ نگاروں کی کتابوں پر اعتماد سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

درس حدیث

حج گناہوں کا کفارہ

مولانا عبدالمتین مدنی

وَعَنْ أَبِي هريرة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رسول الله ﷺ: من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه. (صحیح بخاری، ح:۱۵۲۱)

جس نے اس گھر کا حج کیا اور شہوانی باتوں اور فسق وفجور سے بچا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اس دن پاک تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

حج اسلام کا ایک عظیم رکن ہے۔ اس کی فرضیت کا بیان قرآن وحدیث میں وارد ہے، اس کے آداب واحکام تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں، متعدد حدیثوں میں اس کے اجر وثواب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث بھی اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے، اس حدیث میں حج کے ایک اہم ترین ثواب کو مشروط طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا شخص گناہوں سے پاک ہوکر اس دن کی طرح ہوجاتا ہے جس دن وہ اپنی ماں کے بطن سے اس دنیا میں معصوم آیا، یہ کتنا بڑا بدلہ ہے اس شخص کے لیے جو دوران حج رفث اور فسق کے ارتکاب سے بچے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حجاج کرام کو ان سے بچنے کی تاکید فرمائی: ﴿فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج﴾ (سورہ بقرہ:۱۹۷) جس نے ان مہینوں میں اپنے اوپر حج لازم کرلیا، اب وہ اپنی بیوی سے ملاپ کرنے، گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑا کرنے سے بچتا رہے۔

رفث اور فسوق کی تفسیر وتشریح میں مفسرین، محدثین اور ائمہ لغت کے اقوال مختلف ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رفث کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: هو الجماع، ولذلك يحرم عليه تعاطي دواعيه من المباشرة والتقبيل ونحو ذلك وكذلك التكلم به بحضرة النساء. (تفسیر ابن کثیر:۳۲۱/۱)

رفث سے مراد مباشرت ہے، اسی طرح محرم کے لیے مباشرت کی رغبت دلانے والے سارے کام بوس وکنار وغیرہ نیز عورتوں کی موجودگی میں اس قسم کی گفتگو بھی حرام ہے۔

جائزۃ الاحوذی کے مؤلف لکھتے ہیں کہ اس سے مراد فحش گوئی ہے نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم بستری ہے، پھر علامہ ازہری کی بات نقل کی: "اسم لكل ما يريده الرجل من المرأة" یہ لفظ ان تمام شہوت کے کاموں کو شامل ہے جن کی تکمیل شوہر بیوی سے کرنا چاہتا ہے۔ (جائزۃ الاحوذی:۱۵۴/۲)

اسی طرح فسوق کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے دو قول ذکر کیا ہے: گناہ اور گالی گلوج، پھر لکھتے ہیں: والذين قالوا: الفسوق ههنا جميع المعاصي الصواب معهم. جن لوگوں نے کہا کہ آیت کریمہ میں فسوق سے مراد تمام گناہ کے کام ہیں حق ان کے ساتھ ہے۔ آگے چل کر اس سلسلہ میں امام ابن جریر کے قول کو بھی نقل کیا ہے: واختار ابن جرير ان الفسوق ههنا ارتكاب ما نهن عنه في الاحرام من قتل الصيد وحلق الشعر وقلم الأظفار ونحو ذلك. امام ابن جریر

نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ اس آیت میں فسوق سے مراد محظورات احرام یعنی شکار کرنا، بال مونڈنا، ناخن کاٹنا وغیرہ ہے۔اس کے بعد امام ابن کثیر لکھتے ہیں: وما ذکرناہ أولی. میں نے جو تشریح ذکر کی ہے وہی زیادہ بہتر ہے۔(تفسیر ابن کثیر:۱/۳۲۱،۳۲۲)

جائزۃ الاحوذی کے مصنف نے لکھا: الفسق ارتکاب شيء من المعصية والظاهر أن المراد نفي المعصية بالقول والجوارح جميعا. (جائزۃ الاحوذی:۲/۱۵۴) اس سے مراد کسی بھی گناہ کا ارتکاب ہے یعنی بظاہر تمام قولی وفعلی گناہوں کی نفی ہے۔

ان تمام اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ جس شخص نے حج کی نیت سے احرام باندھا اب وہ سراپا محرم بن جائے۔حالت احرام کے لیے اس نے صرف اپنا لباس ہی تبدیل نہ کیا ہو بلکہ اپنے گفتار وعمل کو بدل ڈالے۔قلبی واردات بھی پاکیزہ ہوجائیں تاکہ رب کے دربار میں حاضری کا جو ترانہ اس کے زبان پر ہے تمام اعضاء وجوارح اس کی معنویت سے سرشار ہوکر تسلیم ورضا کے پیکر بن جائیں۔

محظورات احرام شکار کرنا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، سر کو ڈھانکنا (مردوں کے لیے)، خوشبو لگانا جیسے کاموں کے ساتھ جملہ گناہوں سے بچے، دوران حج کسی کو بھی اپنی گفتگو یا عمل سے اذیت نہ دے، غیبت، چغلی، جھوٹ، دھوکہ، خیانت، ظلم اور لڑائی جھگڑا سے پرہیز کرلے، نہ کسی کی تحقیر کرے نہ مذاق اڑائے، حجاج کرام کی سہولت کے لیے حکومت کے انتظامات کی خلاف ورزی نہ کرے اور ایسے کاموں سے بھی بچے جو حالت احرام یا حدود حرم میں زیب نہیں دیتے، شہوت کی باتوں، شہوت کے کاموں، شہوت بھڑکانے والے زنانہ لباس، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے بیوی کے ساتھ ایسی قربت جس کی حالت احرام میں اجازت نہیں، حج کی حفاظت کے لیے ان تمام امور سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

اس حدیث میں ان حجاج کرام کے لیے جو گناہ اور شہوت کی باتوں اور کاموں سے اپنے حج کی حفاظت کرتے ہیں ان کے لیے یہ اجر ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اپنے وطن معصوم ہوکر لوٹتے ہیں، سنن ترمذی کی روایت کے الفاظ ہیں: غفر له ما تقدم من ذنبه. (سنن ترمذی، ح:۸۱۱) اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

اوپر ذکر کی گئی حدیث سنن ترمذی کے یہ الفاظ نیز حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت: والحج يهدم ما كان قبله. (صحیح مسلم، ح:۱۷۳) حج اپنے ماقبل گناہوں کا کفارہ ہے۔اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت: تابعوا بين الحج والعمرة فانهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفي الكير خبث الحديد والذهب والفضة. (سنن ترمذی، ح:۸۱۰) حج اور عمرہ ایک دوسرے کے بعد کرلو اس لیے کہ یہ دونوں محتاجگی اور گناہ کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہا، سونا اور چاندی کے میل کو دور کرتی ہے۔

ان تمام روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج سے حاجی کے تمام گناہ صغائر وکبائر معاف کردیئے جاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر رقمطراز ہیں: "ظاهره غفران الصغائر والكبائر والتبعات". (فتح الباری:۳/۴۸۲) یعنی اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اس سے صغائر وکبائر سب معاف ہوجاتے ہیں۔

اس عظیم فضل کو حاصل کرنے کے لیے حجاج کرام کو چاہیے کہ وہ محظورات احرام اور ان تمام باتوں سے اپنے حج کو بچائیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔واللہ ولی التوفیق۔☆☆

افتتاحیہ

عید قرباں کیسے منائیں

معاون مدیر

پیکر تسلیم ورضا حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی قربانی کی ملت اسلامیہ یادتازہ کرنے جارہی ہے۔دس ذی الحجہ کوراہ مولی میں جانور ذبح کر کے اس سنت کوادا کیا جائے گااور عید قرباں منایا جائے گا۔قربانی اسلام کاایک عظیم شعار ہے،قرآن وحدیث میں اس کی ترغیب دی گئی ہےاوراس کے احکام ومسائل تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں،رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی کی اورآپ کے بعد صحابہ کرام بھی ذوق وشوق سے اس سنت کوادا کرتے رہے۔الحمدللہ امتدادزمانہ کے ساتھ یہ سنت آج بھی زندہ وتابندہ ہے۔

اگرچہ موجودہ دور کے بعض نام نہاد مفکرین مسلمانوں کی زبوں حالی ، برادران وطن کے ساتھ رواداری اور بعض ملکی وغیر ملکی مسائل کی دہائی دے کراس سنت کوترک کرنے کی تجویز پیش کررہے ہیں،لیکن ملت اسلامیہ اس تجویز کوخاطر میں نہ لاکر پوری فراخ دلی کے ساتھ اس سنت کوادا کرتے رہے اور مستقبل میں بھی یہ سنت اسی طرح جاری رہے گی،ان شاءاللہ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دیگر عبادتوں کی طرح اس عبادت کی قبولیت کے لیے اخلاص شرط اول ہے۔ریاکاری اور نام ونمود کی وجہ سے نہ صرف عمل کا اجر وثواب ضائع ہوجاتا ہے بلکہ عمل کرنے والا گنہ گار بھی ہوتا ہے،فرمان نبوی ہے: وإن أخوف ما أخاف عليكم الشرك الأصغر فسئل عنه فقال الرياء. (مسند احمد:۵/۴۲۸،۴۲۹) میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ شرک اصغر سے ڈرتا ہوں۔شرک اصغر کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے کہا کہ یہ ریاکاری ہے۔ظاہری عبادتوں میں اس مرض کے پیدا ہونے کا امکان زیادہ ہے،شیطان لعین نیکیوں کے اجر وثواب کو غارت کرنے پر تلا رہتا ہے اور شہرت کے بھوکے اس کے بہکاوے میں آجاتے ہیں،حواری مواری بھی واہ واہی کرنے اور پیٹھ تھپ تھپانے لگتے ہیں،نتیجہ کے طور پر خودنمائی اور فخر ومباہات کا مظاہرہ ہوتا ہےاوراس کے لیے ایک خطیر رقم صرف کردی جاتی ہے،چونکہ یہ عمل اخلاص وتقوی کے منافی ہے،اس لیے حضور رب میں یہ شرف قبولیت کوکیوں کر پہنچے،فرمان الہی ہے: ﴿لن ينال الله لحومها ولا دمائها ولكن يناله التقوى منكم﴾ (سورہ حج: ۳۷) اللہ تعالی کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے ،نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "إن الله لا ينظر إلى أجسامكم ولا إلى صوركم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم" (صحیح مسلم،ح:۲۵۶۴) اللہ تعالی تمہارے جسموں اور صورتوں کونہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اوراعمال کودیکھتا ہے۔

اس مبارک موقع پرسب سے پہلے اصلاح نیت ضروری ہے،اگر نیت درست رہی تب ہی عمل درست اور قبولیت کے درجہ کو پہنچے گا۔

اسی طرح وہ افراد جواپنی حیثیت کے مطابق قربانی کرتے ہیں ان کواس بات کی فکر ہونی چاہیے کہ قربانی کا گوشت ضائع نہ ہو، شریعت نے گرچہ ہمیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ہم اسے کھانے کے ساتھ ساتھ اسٹور بھی کرلیں،لیکن کھلانے اور صدقہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے،ارشاد باری ہے: ﴿فكلوا منها وأطعموا القانع والمعتر﴾ (سورہ حج:۳۶) اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

عید قرباں تحفہ تحائف کے لین دین کا ایک بہترین موقع ہے۔مسلم معاشرہ کے افراد کے درمیان جوناہمواریاں پیدا ہوجاتی

ہیں، اسے اس موقع پر دور کیا جاسکتا ہے، صلہ رحمی کے تقاضوں کو پورا کرکے رشتوں کی تجدید بھی اس کے ذریعہ کی جاسکتی ہے۔ "كلوا وأطعموا وادخروا" (صحیح بخاری، ح: ۵۵۶۹) اور صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں: "كلوا وادخروا وتصدقوا" (صحیح مسلم، ح: ۱۹۷۱) فقراء ومساکین ہمارے معاشرہ کے حصہ ہیں، خوشی کے مواقع پر خاص طور سے ان کو یاد رکھنا، خوشیاں ان کے گھروں تک پہنچانا ہمارا اخلاقی ودینی وفریضہ ہے، فرمان نبوی ہے: "اغنوهم عن الطواف في هذا اليوم" (سنن بیہقی: ۱۷۵/۴) آج کے دن ان کو دروازوں پر چکر لگانے سے بے نیاز کردو۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر غریب بستیوں میں گوشت کی تقسیم کا باقاعدہ انتظام کردیا جاتا اور امیر وغریب سب مل کر عید کی خوشیاں مناتے۔

عیدقرباں کے موقع پر صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنا چاہیے، گھروں کے ساتھ گلیاں اور سڑکیں بھی صاف ستھری رہیں، اس کی ہمیں فکر ہونی چاہیے تاکہ کسی بھی راہگیر کو پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے، سرکاری عملہ جو صفائی کے کام پر مامور ہیں اس کا پورا تعاون کیا جائے، اس کی ہدایت کے مطابق مخصوص جگہ پر گندگیاں پھینکی جائیں، اگر اس کی طرف سے وقت کی کوئی بندش ہو تو اس کی خلاف ورزی نہ کی جائے تاکہ راستے صاف ستھرے رہیں، برسات کے موسم میں اس کا خیال رکھنا زیادہ ضروری ہے ورنہ بارش کا پانی اسے دور تک پھیلا دے گا اور پھر صفائی کا عملہ بھی بے بس ہوکر رہ جائے گا، گندگی کی وجہ سے پورے محلّہ کی فضا مکدر ہوگی، صحت وتندرستی کے مسائل پیدا ہوں گے اور ہم خود بیماریوں کو دعوت دینے اور دوسروں کو اذیت پہنچانے کا سبب بنیں گے اور ہماری یہ لاپرواہی ہمارے بدنامی کا بھی باعث بنے گی۔

عیدقرباں کے موقع پر ہمیں اپنے برادران وطن کا پورا خیال رکھنا چاہیے، گنگا جمنی تہذیب کا گہوارہ یہ ملک اور اس کی مشترکہ اقدار وروایات کا لحاظ ہر موقع پر رکھنا ایک محبّ وطن کی ذمہ داری ہے، ملک کا آئین گرچہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم پوری آزادی کے ساتھ اپنے دین پر عمل کریں، لیکن اس کے ساتھ ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ہم جن لوگوں کے درمیان رہتے ہیں اپنے عمل سے انہیں اذیت نہ پہنچائیں، رواداری اور محبت کا مظاہرہ کریں، اگر ہمارے کسی عمل سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اور اس عمل کے نہ کرنے میں ہمارا نقصان نہیں ہے تو کیوں نہ ہم برادران وطن کے لیے اسے ترک کردیں۔

اگر ہم ایسے محلوں میں رہتے ہیں جہاں مشترک آبادی ہے تو قربانی کے جانور کے لانے، باندھ کر رکھنے اور اس کے بعد کے عمل میں ہم دوسروں کو حتی المقدور پریشانیوں سے بچائیں، ان کے لیے اچھے پڑوسی ثابت ہوں اور اگر کوئی بات مجبوری بن جائے تو صورت حال کو واضح کردیں تاکہ کسی کے دل میں میل پیدا نہ ہو اور اس کا تعلقات پر اثر نہ پڑے۔

قربانی کی سنت کو خوش دلی کے ساتھ ادا کریں، ہم اپنی مالی حیثیت کے مطابق قربانی کریں، ہمارا اس بات پر یقین رہے کہ جس ذات نے ہمیں اس حیثیت کا حامل بنایا ہے اسی کے حکم سے اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہم اس عمل کو انجام دے رہے ہیں، یقیناً وہ اس کا بہترین بدل دنیا میں اور اجر وثواب آخرت میں عطا فرمائے گا۔

قربانی کے ضروری احکام ومسائل کی واقفیت حاصل کریں تاکہ ان کے مطابق سنت کو ادا کریں، مختلف فیہ مسائل میں پڑ کر ہم انتشار وافتراق کا شکار نہ ہوں، اسلامی اور غیر اسلامی تہواروں میں جو نمایاں فرق ہے اسے ملحوظ رکھ کر عید کی خوشیاں منائیں۔ ﴿قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا﴾ (سورہ یونس: ۵۸) آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

عالم اسلام کو ادارہ محدث کی جانب سے عید قرباں مبارک ہو۔

☆☆☆

گھریلو تشدد اور سماج پر اس کے اثرات

خطبہ حرم بتاریخ: ۶/ ۲/ ۱۴۳۶ھ = ۲۸/ ۱۱/ ۲۰۱۴ء

خطبہ: عالی جناب ڈاکٹر عبدالرحمن بن عبدالعزیز السدیس
صدر اعلی رئاست عامہ برائے امور حرمین شریفین و امام و خطیب مسجد حرام

ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق
مدرس اُم القری یونیورسٹی، مکہ مکرمہ

پہلا خطبہ:

بیشک ہر قسم کی تعریف وثناء اللہ ہی کے لئے ہے، اے ہمارے رب ہم تیری ہی تعریف کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، تجھ ہی سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور تیری جناب میں توبہ کرتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

الحمدُ لله الجليلِ المُفضِلِ المُسبِغِ المُولي العطاء المُجزِلِ

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو بزرگی اور فضل والا ہے، جو کامل نعمت دینے والا اور بکثرت عطا کرنے والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، جس نے مومنوں کے دلوں کو نیکی، شفقت، رحمت اور نور سے بھر دیا، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی اور پیشوا محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنہوں نے مخلوق کو اپنے رب کے حکم سے لڑائی جھگڑا سے محبت اور باہمی وحدت واتفاق کی طرف نکالا۔

ایک عربی شاعر کا کہنا ہے:

بِبعثتِه المكارِمُ قد تجلّتْ فولّى الظلمُ وانهزَمَ انهزامًا
وسادَ الأمنُ بعدَ الخوفِ حتّى ترقّى الكونُ وانتظَمَ انتظامًا

کہ آپ ﷺ کی بعثت سے نیک واچھے اعمال واضح ہوگئے۔ ظلم وتاریکی نے پیٹھ پھیر لیا اور بری طرح سے شکست کھا گیا، اور خوف کے بعد امن کا دور دورہ ہو گیا یہاں تک کہ کائنات نے خوب ترقی کی اور اس کے معاملات درست ہو گئے۔

اللہ تعالی کی رحمت وسلامتی اور برکت نازل ہو آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے تمام اہل خانہ پر، آپ ﷺ کے نرم دل صحابیوں پر، تابعین پر اور ان سب پر جو احسان کے ساتھ ان کی قیامت تک اتباع کریں۔

اما بعد: جان لیجیے کہ بلا شبہ بہترین کامیابی دلانے والی وصیت اور خوش کرنے والی نصیحت تمام مخلوقوں کے رب اللہ کا تقوی ہے، کیونکہ تقوی ہی سب سے مضبوط سہارا ہے، اور اس شخص کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز ہے جس کا ارادہ نیک اعمال کی چوٹی تک پہونچنے کا ہے، اور تقوی شرف وعزت کا سب سے بڑا توشہ ہے، اللہ کا فرمان ہے: **وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى** (بقرہ: ۱۹۷) یعنی حج کے لئے زادراہ اپنے ساتھ لے لو اور سب سے بہتر توشہ تقوی ہے۔

اے مسلمانو! یہ ایک ایسا زمانہ ہے جس میں انسانوں کے اکثر احساسات خشک ہوکے ٹوٹی ہوئی سوکھی گھاس کی طرح ہوگئے ہیں جن کو ہوائیں ادھر ادھر اڑاتی پھر رہی ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے ان جسموں کو پیدا کیا تھا تاکہ وہ بہترین واچھی طبیعتوں کے پناہ گاہ ہوں، نیکی کا سرچشمہ اور اخوت و بھائی چارگی کا منبع ہوں، اس درمیان ایک ایسا پریشان کن مسئلہ ظاہر ہوا ہے جس سے بہت سارے گھر اور خاندان متاثر ہیں۔

یہ مسئلہ گھریلو تشدد ہے جو آج کل بہت سارے معاشروں میں پھیلا ہوا ہے، جس کے نتیجہ میں بلند سماجی تعلقات، نمو پذیر اخلاقی اور روحانی روابط اور مشفق انسانیت سے متعلق نرم وگداز تعلقات تباہ ہورہے ہیں۔

اے مسلمانو! بلاشک وشبہ اسلام نے جن اہم پہلوؤں پر بہت زیادہ توجہ دی ہے، اور ان کی خصوصی نگہداشت فرمائی ہے ان میں ایک پہلو فیملی اور اس کی پائیداری، اور اس کے افراد وفرزندوں کے درمیان آپسی اتفاق واتحاد اور باہمی رحمت ومحبت کا ہے، کیونکہ یہی سماج کی سعادت کی بنیاد اور اس کے استحکام اور پائیداری کی ضمانت ہے، اور یہی اس امت کے تہذیب وتمدن اور مجد وبزرگی کی تعمیر کے لئے سب سے بڑا ذخیرہ ہے، جس کے پہلوؤں میں محبت، الفت، رحمت اور نرمی کے جھنڈے لہراتے رہتے ہیں، کیونکہ اس کے ذریعہ ایک ایسا ممتاز سماجی نظام تشکیل پاتا ہے جو مغز وجوہر کے اعتبار سے بہت ہی صاف وستھرا ہوتا ہے، اور اقدار وروایات پر مبنی ایک ایسا نظام وجود میں آتا ہے جو نفس کی گہرائیوں میں روشنی بکھیرتے ہوئے جڑ پکڑ لیتا ہے، جس میں محبت کے جذبات مضمر ہوتے ہیں، اخلاص عام ہوتا ہے، اور بغض وکینہ سے دوری ہوتی ہے، ظلم وجور اور قطع تعلق سے کنارہ کشی ہوتی ہے، اور عداوت ودشمنی بھڑکانے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔

امت اسلام! آج کے اس دور میں جو بھی بعض اسلامی گھرانوں کی موجودہ صورت حال پر غور وفکر کرتا ہے تو اس پر خوف دہشت اور حیرانگی دونوں ایک ساتھ طاری ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اردگرد بہت زیادہ عوامل اور اسباب کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس کی عمارت کو ڈھانے اور اس کے ارکان کو متزلزل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوتے ہیں، اور اس کی کشتی کو ڈبونے میں سرگرم نظر آتے ہیں، اور یہ سب کچھ طرح طرح کی بیکار فکری جنگ اور واضح تہذیب وتمدن، اقدار وروایات کو چیلنج کرتی ہوئی سرکش موجوں اور زبردست تباہ کن سیلابوں کے درمیان انجام دیا جارہا ہے، جس کو فکر وثقافت اور اخلاق وکردار سے عاری لوگ مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعہ رواج دے رہے ہیں، جس میں بہت ساری شرعی، ٹھوس اور ثابت شدہ چیزوں کو چھوڑنے کی دعوت دی جاتی ہے، اور جس میں دین اسلام کے تسلیم شدہ اور بدیہی طور پر معلوم مسائل اور خاص طور سے خاندانی تعلقات اور مرد وعورت سے متعلق مسائل کے بارے میں شک وشبہ میں ڈالا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جن میں اس زمانہ میں بعض سماجوں اور معاشروں میں عقیدہ کے مختلف پہلوؤں اور شریعت کی تنفیذ میں پائی جانے والی کوتاہی ہے نیز شرعی علم میں بے رغبتی، اور میاں بیوی میں سے ہر ایک کا اپنے اپنے حقوق اور ذمہ داریوں کو جاننے میں بے توجہی ہے، اور جب سے لوگوں میں صحیح دینداری کمزور پڑ گئی اور شریعت کے بارے میں ان

کی لاعلمی و نادانی بہت زیادہ ہوگئی، اور مادیت کا غلبہ ہوگیا اسی دن سے سماجی روابط کمزور پڑ گئے اور خاندانی تشدد کے مظاہر واَشکال مختلف ہوگئے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی تاکید وتوثیق میدانی عملی اسٹڈیز سے بھی ہوتی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ 35 فیصدی گھریلو تشدد کا سبب دینداری کا کمزور ہوجانا ہے۔

مومنو! ایک اہم سبب یہ بھی ہے جس سے غفلت برتنا ممکن نہیں ہے، اور وہ تربیت کے مختلف پہلوؤں میں کئی طرح کی کوتاہیاں ہیں، اسی طرح اکثر اسلامی ممالک کے ابلاغی ونشریاتی پروگراموں اور نصاب تعلیم میں پائی جانے والے نقائص اور کمیاں ہیں جس کے نتیجہ میں لوگ آسانی سے منحرف افکار اور اجنبی نصاب تعلیم سے متاثر ہوجاتے ہیں، اسی وجہ سے سماجی ظلم اور گھریلو تشدد کی بہت زیادہ شکلیں ظاہر ہوتی ہیں، جن کا سامنا آج کل بعض سماج اور معاشرے کر رہے ہیں، اور اب تو حالت یہ ہوگئی ہے کہ بعض گھروں کی بیٹیاں اور بیٹے جن میں بڑے وبوڑھے سب شامل ہیں نفسیاتی اور جسمانی تشدد کے تلے دبے ہوئے ہیں، جس سے ان کی عزت وبزرگی رائیگاں جاتی ہے، اور ان کی انسانیت تار تار ہوجاتی ہے جو ہمیں برے انجام سے آگاہ کررہا ہے اور ایسی نسلوں کو پروان چڑھا رہا ہے جو اخلاق وآداب اور فضائل سے عاری ہیں۔

اسلامی بھائیو اور بہنو! یقینا یہ مزمن اور لاعلاج بیماری جب کسی گھر میں پیدا ہوجاتی ہے تو اس گھر کے افراد کو یکے بعد دیگرے اپنا نشانہ بناتی رہتی ہے، اور سب سے پہلے جو اس کی حرارت محسوس کرتا ہے، اس کی چنگاریوں کی تکلیف اٹھاتا ہے، اور اس کے شعلوں کی گرمی کی مشقت کو برداشت کرتا ہے وہ ہماری بیٹیاں، عورتیں اور معصوم بچے ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کتنے بچے چھیڑ خوانی، جسمانی تکلیف اور گھریلو تشدد کی وجہ سے جسمانی بیماریوں کا شکار ہوگئے اور نفسانی امراض میں مبتلا ہوگئے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر اس خوفناک عمل اور قبیح فعل سے بہت سارے بچے تعلیمی طور پر پیچھے رہ گئے یا کسی عقلی اور ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ یقینا سب سے بڑا خطرہ جو آباد خاندانوں اور گھروں کو چیلنج کر رہا ہے وہ عورت کے خلاف تشدد اور نوجوان لڑکوں اور بسا اوقات نوجوان لڑکیوں کا گھر سے کسی گھریلو نامعلوم جگہ کی طرف فرار ہونا ہے، جس سے ان کے شرارتی اور برے ساتھیوں یا گمراہ اور انتہا پسند فکر والوں کے جال میں پھنسنے کا بہت زیادہ اندیشہ ہوتا ہے جن کی اس زمانہ میں بالکل کمی نہیں ہے، اور جن میں نادر قسم کی اور تشدد پر مبنی آراء واَفکار نیز زبردست سرکش الحادی لہریں پھیلی ہوئی ہیں، اور کبھی کبھار ان میں سے کچھ نشیلی اَشیاء اور منشیات کے فتنہ میں پڑ جاتے ہیں اور اس کی خرید وفروخت میں لگ جاتے ہیں، یا اس کی اسمگلنگ میں ملوث ہوجاتے ہیں، اور اس کو رواج دینے لگتے ہیں یا اس کے کھانے کے عادی ہوجاتے ہیں، اور کبھی معاملہ اس سے بھی تجاوز کرجاتا ہے اور وہ دہشت گردی، تشدد، انتہا پسندی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ امت کے خلاف ہتھیار اٹھا لیتے ہیں، اماموں اور حاکموں کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، سماج کو کافر قرار دیتے ہیں، غلو کرتے ہیں، اعتدال اور وسطیت کے طریقہ کو چھوڑ دیتے ہیں جس سے وہ گروہی، جماعتی نسبتوں اور دہشت گردانہ جماعتوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں اور پھر ہماری نسلوں کو فتنوں اور اختلاف کی جگہوں میں پھنسا دیتے ہیں۔

اے امت مسلمہ! اس پریشان کن بیماری کی تشخیص اور اس کے جان لیوا اثرات کو جان لینے کے بعد ہمارے اوپر ضروری ہوجاتا ہے کہ اس خطرہ سے مقابلہ کے لئے حفاظتی تدابیر عمل میں لائیں تاکہ یہ فتنہ پنپنے نہ پائے، اور اس سے پہلے کہ وہ اپنوں اور غیروں کو اپنی مضبوط گرفت میں لے، اور قولی یا فعلی طور پر تکلیف پہونچائے، سدباب کرنا ضروری ہے۔

اس سلسلے میں ہم لوگوں کا سب سے پہلا اور بہتر قدم یہ ہونا چاہیے کہ ہم دینداری کے عنصر کو تقویت دیں، اللہ تعالی سے خوف کھائیں، اس کی قیومیت اور نگرانی کو محسوس کریں، اس کے امر ونہی کی تعظیم کریں، اعتدال پسندی نیز میانہ روی کو بروئے کار لائیں کیونکہ ہماری شریعت تعمیری شریعت ہے تخریبی نہیں ہے۔ ترقی اور اصلاح کی شریعت ہے۔ ہلاکت و بربادی کی شریعت نہیں ہے۔ یہ شریعت ہر قسم کی صلاح ودرستگی کی طرف دعوت دیتی ہے اور ہر قسم کے بگاڑ وفساد سے روکتی ہے۔

علامہ ابن قیم کا خیال ہے کہ جو بھی دنیا کے حالات کا بغور جائزہ لے گا تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ دنیا کی ہر صلاح کی وجہ اللہ کی توحید، اس کی عبادت اور اس کے رسول کی اطاعت وفرماں برداری ہے، اور سارے جہانوں کے رب نے سچ فرمایا اور وہ سب سے سچا فرمانے والا ہے: وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ (النور: ۴۰) اور جس کو اللہ نے کوئی روشنی نہیں فراہم کی تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔

اس سلسلے کا دوسرا احتیاطی قدم اور پہلے سے اٹھایا گیا حفاظتی تدبیر اخلاقی پہلوؤں، فضائل اور اقدار و روایات کو بڑھاوا دینا ہے، ان کو جلا بخشنا ہے، کیونکہ یہی درست شخصیت کی تعمیر کے لئے روح کی معراج ہے، اور یہی اس کو ایک معتدل، مضبوط، مربوط، موزوں اور راسخ شخصیت بناتی ہے جس کا قدوہ اور نمونہ نبی ہدایت ورحمت محمد ﷺ ہیں جن کو اخلاق و عادات کا سب سے زیادہ اور وافر حصہ ملا ہوا تھا، اور جنہوں نے انسانیت کو کمال اور عظیم بلندیوں تک پہونچایا، اور جن کا فرمان ہے کہ "إنما بعثت لأتمم صالح الأخلاق" میری بعثت صالح اخلاق کی تکمیل کے لئے ہوئی ہے (یہ روایت بخاری نے ادب مفرد میں ذکر کیا ہے)، بنابریں ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر تدلیس، دھوکہ اور فریب سے خالی روشن وچمکدار ربانی اخلاق واقدار کو تقویت دیں، مثلاً رحمت، عدل، سچائی، وفاداری، حسن سلوک، نرمی، اخلاص، امانت داری، احسان، اخوت اور بھائی چارگی کو عام کریں۔ اور ان کے علاوہ اچھی عادتیں اور عمدہ خصلتیں جو انسان کے لیے مشعل راہ اور باخلیق افراد کے لیے امن وامان کی ضامن ہیں جو اس کو اخلاقی بے راہ روی، انتشار اور بے مقصد زندگی سے بچاتی ہیں، اور گمراہی کے گڈھوں میں گرنے سے محفوظ رکھتی ہیں، خود اسے اور اس کے اہل خانہ کو شقاوت وبدبختی میں واقع ہونے سے روکتی ہیں، چنانچہ یہ کون سی انسانی رحمت ہے جو اپنے فرزندوں، عورتوں اور اہل خانہ کو تشدد، تکلیف، ہلاکت، فنا اور قتل کا نشانہ بناتا ہے۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے:

واحذَر مساوِئَ أخلاقٍ تُشانُ بها　　　وأسوأُ السُّوءِ سُوءِ الخُلق والملَلِ

بداخلاقی سے دور رہو کیونکہ وہ رسوا وبدنام کرتی ہیں، اور سب سے خراب برائی، بداخلاقی اور بدمذہبیت ہے۔

برادران ایمان! تیسرا قدم عفو ودرگذر، رواداری، گفت وشنید اور رفق ونرمی کے کلچر کو فروغ دینا اور اس کو بڑھانا ہے۔

اور رفق ونرمی کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ ایک معزز خوبی اور عظیم فضیلت ہے جس سے خود اللہ رب العالمین متصف ہے، اور اپنے نبی کو اس سے متصف کیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے: {فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ} (آل عمران: ۱۵۹) اے پیغمبر! اللہ کی بڑی رحمت یہ بھی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو، ورنہ اگر کہیں تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد وپیش سے چھٹ جاتے۔ اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "إن الله رفيقٌ يحبُّ الرفقَ، ويُعطِي على الرِّفقِ ما لا يُعطِي على العُنف" بلا شبہ اللہ تعالی مہربان اور نرمی والا ہے، نرمی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ سب کچھ عطا کرتا ہے جو تشدد پر نہیں عطا کرتا ہے۔ (مسلم) نرمی سے صرف خیر ہی حاصل ہوتا ہے تشدد اور سختی کی بیماریوں کے خلاف فرد، گھر اور سماج کے لئے مضبوط قلعہ ہے جیسا کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: "إذا أرادَ الله - عز وجل - بأهل بيتٍ خيرًا أدخلَ عليهم الرِّفقَ"؛ کہ جب اللہ عز وجل کا ارادہ کسی گھر والے کے ساتھ خیر وبھلائی کا ہوتا ہے تو ان کو رفق ونرمی کی توفیق دیتا ہے۔ (احمد)

چوتھا قدم: زوجین یعنی میاں بیوی کے درمیان رحمت ومحبت کا وجود ہے کیونکہ سخت اختلافات، بحث وتکرار اور عداوت ودشمنی کے بیچ کسی پرسکون گھر کی تعمیر یا زندگی کا قیام ممکن ہی نہیں ہے، اور گھر کے افراد کیسے محبت سے لطف اندوز ہوں گے اور الفت وپیار کا مزہ لیں گے ایک ایسی فضا میں جس میں لڑائی جھگڑا، اختلاف اور نا اتفاقی کا غلبہ ہے، اور کیا کوئی بھی زندگی رحمت ومحبت کے بغیر سیدھی ودرست رہ سکتی ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: {وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً} کہ اس نے تمھارے درمیان الفت اور رحمت بنائی (روم: ۲۱)

برادران اسلام! یقینا سب سے عظیم اور نفع بخش تدبیر، بچاؤ اور پرہیز گھریلو حقوق اور ذمہ داریوں کا جاننا ہے، اور پھر ہر شخص کا اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور سے ادا کرنا ہے، کیونکہ ذمہ داری کی حقیقت اور اس کے مطلب ومقصد کے بارے میں اکثر لوگ ناسمجھی کا شکار ہوگئے ہیں، اور ان کو اس کے مقصد کی عظمت واہمیت اور اس کے حدود کا احساس نہیں ہے۔ یہ ایک بدترین مصیبت اور قبیح شر ہے جو گھر اور اس کے عناصر ترکیبی کو، امت اور اس کی طاقت وقدرت کو تباہ وبرباد کررہا ہے۔ چنانچہ والدین کی ایک عظیم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے فرزندوں کی شخصیت کی تعمیر صحیح عقیدہ، اپنے دین واپنی امت کی وراثت پر فخر اور اپنے وطنوں کی تعمیر وترقی اور امن کی بنیادوں پر کریں، اور ان کو ایمان، ہدایت، خیر اور فضیلت کے دائرہ میں رکھیں، جس سے وہ نہ صرف عقائدی، اخلاقی اور فکری طور پر محفوظ ہوجائیں گے بلکہ وہ باطنی اغراض ومقاصد اور اپنے گرد وپیش کے اثرات کا سامنا کرنے میں قوی اور طاقت ور ہوجائیں گے، باطل کی مار کے سامنے شکست خور نہیں ہوں گے اور نہ ہی منحرف افکار کے سامنے کمزور ہوں گے، یہ خطروں اور بحرانوں کے اچانک دھاوا بولنے سے پہلے کی نفع بخش تدبیریں اور مفید اسباب اور کافی گارنٹیاں ہیں، لیکن مصیبت اور حادثہ واقع ہونے کے بعد اللہ تعالی کے علاوہ کوئی اس کو دور کرنے والا اور ختم کرنے والا نہیں ہے، ایسی صورت میں اس کی شفایابی کی دوا اور اس کا مکمل تریاق وعلاج اللہ تعالی کی طرف انابت اور اس کی شریعت کی تحکیم وتنفیذ ہے۔ اللہ ہی سب کے حالات کو دنیا وآخرت میں درست کرنے والا ہے، بلا شبہ وہ سب سے بہتر مسئول اور سب سے

کریم ذات ہے جس سے امید رکھی جاتی ہے، میں اللہ کے ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں، فرمان الٰہی ہے: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ} (الانفال: ۲۷) اے لوگو جو ایمان لائے ہو جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو، اور اپنی امانتوں میں غداری کے مرتکب نہ بنو۔

اللہ تعالی ہمارے اور آپ کے لئے قرآن وحدیث میں برکت عطا فرمائے، ہمیں اور آپ کو انس وجن کے سردار یعنی نبی ﷺ کی سیرت وکردار سے فائدہ پہنچائے، آمین۔

أقول قولي هذا وأستغفر الله العظيم الجليل لي ولكم ولسائر المسلمين والمسلمات من كل الآثام والخطيئات فاستغفروه وتوبوا إليه، إنه كان للأوابين غفورا۔

دوسرا خطبہ:

ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہر چیز کی تخلیق کر کے اس کی تقدیر بنائی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، جو اپنی رحمت، علم اور تدبیر کے لحاظ سے ہر چیز کو محیط ہے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دینے والا، خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا، جو اللہ کی طرف اس کی اجازت ومرضی سے دعوت دینے والے اور روشن چراغ تھے، آپ ﷺ پر، آپ ﷺ کے اہل خانہ اور صحابیوں پر اللہ تعالی کی رحمت نازل ہو۔

امابعد:

اللہ کے بندو! اللہ کی سپرد کردہ امانتوں میں اللہ سے ڈرو، اور نیکیوں وبھلائیوں کا احساس کر کے اس کی رضامندی کے حصول کی کوشش کرو، اس سے تمہیں خوشیاں اور برکتیں حاصل ہونگی۔

میرے دینی بھائیو! یاد رہے کہ مسلمان گھرانوں کے اندر محبت، رحمت اور سعادت اپنے افضل ترین مظہر اور سب سے زیادہ خوشبودار پھول کی شکل میں صرف انھیں صورتوں میں پائی جائیگی جب اسلامی گھرانوں کے سروں پر چھوٹے چھوٹے امور سے غفلت نہ برتنے کے معاہدہ کا تاج ہو، اور دانشمندانہ رائے کی اشد حاجت کا احساس ہو، باہم سچا مشورہ ہو، بامقصد نصیحت ہو، اور تعمیری صاف ستھری تنقید ہو، ایک ایسے محبت کرنے والے کی طرف سے جو بلند امور تک پہونچنے کی خواہش رکھتا ہے اور جس کا نفس بغض، حسد، کینہ کپٹ اور عداوت ودشمنی سے پاک رہتا ہے۔

اس کے علاوہ زوجین یعنی میاں بیوی کو اپنی ذات اور اپنے بچوں کے ساتھ رحمت وشفقت اور عدل وانصاف کرنے کی بہت زیادہ اہمیت ہے، اور ہر اس چیز سے دور رہنے کی ضرورت ہے جس سے ایک ہی گھر کے فرزندوں کے درمیان بے تعلقی اور بغض وعداوت جنم لیتی ہے۔

نیز اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ یہ گھریلو مسائل پریشان کن شکل نہ اختیار کریں کہ لوگوں کو اس سے باز رکھنے والے نظام بنانے پڑیں، اور گھریلو تشدد کو انجام دینے والے شخص کے لئے منع کرنے والی تعزیری سزائیں نافذ کی جائیں، اسی

طرح ایک کامل اسٹریٹیجک پلان تیار کرنے کی بھی اہمیت واضح ہے جس میں ان سماجی مسائل کے حفاظتی اور علاجی تدابیر کا ذکر ہو۔عورت، بچہ اور خاندان کے حقوق کی ضمانت کے لئے ایک عالمی تمدنی اسلامی منصوبہ تیار کیا جائے تاکہ ہر کوئی گھریلو امان اور سماجی امن سے لطف اندوز ہو۔

اب ہم اللہ تبارک وتعالی کی تعریف کرتے ہیں جس نے ان عظیم امنی کارکردگیوں اور شاندار مثالی احتیاطی اور حفاظتی اقدامات کے نتیجہ میں اس مبارک ملک کے امن کی حفاظت اور اس کو برقرار رکھنے کی سہولت وآسانی عطا فرمائی، جو صرف اللہ پاک کے فضل وکرم سے پورے ہوتے ہیں لہذا اسی کے لئے تعریف واحسان ہے، پھر ان کوششوں کا نتیجہ ہے جو ہمارے امن کے فوجی اللہ کی راہ میں پھر اپنے دین، حکمرانوں، اور اپنے ملک کی راہ میں انجام دے رہے ہیں، اور دہشت گردانہ تخطیط وپلاننگ سے پردہ اٹھا رہے ہیں، اور دھماکوں ودہشت گردی کے واقعات میں ملوث باغیوں، فسادیوں اور مجرموں کو پکڑ رہے ہیں اور ان کو عدالت نیز شرعی فیصلہ کے لئے پیش کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے گھات میں لگے ہوئے، زیادتی اور جارحیت کرنے والوں کے لیے اللہ کے فضل وکرم سے موقعہ ہاتھ سے نکل گیا۔

اسی طرح انسداد منشیات کے میدان میں بھی ہمارے جوانوں نے بہت زیادہ کوششیں کی ہیں، اور عظیم کارکردگیاں انجام دی ہیں، جس کے نتیجہ میں اسمگلروں اور رواج دینے والوں کو پکڑا گیا، اور ان پر اللہ کا حکم نافذ کیا گیا۔

اور ان شاء اللہ ملک حرمین شریفین کا امن اور اس کے فرزندوں کا اتفاق واتحاد اور وحدت ہمیشہ کی طرح ایک سخت چٹان کی مانند باقی رہے گا جس کے سامنے بغض وکینہ پرست اور حسد کرنے والوں کی تیریں بیکار ثابت ہوں گی، فرمان باری تعالی ہے: {وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ} (الشعراء: ۲۲۷) اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

اور اب یہ بھی جان لیجیے کہ لفظی طور پر سب سے زیادہ تر وتازہ کلام اور وعظ ونصیحت کے لحاظ سے سب سے نفع بخش کلام اس ذات کا کلام ہے جس نے قرآن نازل فرمایا، اور جس نے اس کی تحریف وتبدیل سے حفاظت کی ذمہ داری لی، اور جس نے اپنی مضبوط اور محکم بات اور سب سے سچی نازل کردہ کتاب میں فرمایا: (إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) (الاحزاب: ۵۶). یقینا اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم لوگ بھی نبی ﷺ پر بکثرت درود وسلام بھیجو۔

ایک عربی شاعر کہتا ہے:

ثم الصلاةُ مع السلامِ لأحمدِ خيرِ البرايا من بني الإنسانِ

والآلِ والصحبِ الكرامِ ومن سعَى لسبيلِه من تابعِ الإحسانِ

پھر درود وسلام بھیجو احمد یعنی نبی ﷺ پر جو کہ بنی نوع انسان میں سب سے افضل وبرتر ہیں، اور ان کے اہل خانہ پر، معزز صحابیوں پر اور ان سب پر جو احسان کے ساتھ ان کی راہ پر چلنے والے ہیں۔ +++

امن وسلامتی کے فروغ میں اسلامی رواداری
-اور-
نبی اکرم ﷺ کے اخلاق کی ایک جھلک

محمد اسلم مبارک پوری

اسلام ایک عالم گیر اور آفاقی مذہب ہے۔ اللہ رب العالمین کا نازل کردہ حقیقی دین ہے۔ یہ دین سچائی کی دعوت دیتا ہے۔ دین حق کی روشنی اور لذت حقیقی سے آشنا کرتا ہے۔ مردہ دلوں میں تازگی کی روح پھونکتا ہے۔ بت پرستی اور مردہ پرستی سے اجتناب کا حکم دیتا ہے۔ اسلام کی یہ دعوت صرف اسلام کے ماننے والوں کے لئے ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے ہر فرد وبشر کے لئے ہے۔ دین اسلام کی حقیقی سچائی اور اس کی تعلیمات حقہ ہی کی برکت ہے کہ آج اس کی محبت وعقیدت اکناف عالم میں ہر جگہ پائی جاتی ہے

اسلام لفظ ''سلم'' سے بنا ہوا ہے۔ اس اشتقاق میں امن وسلامتی، صلح وشانتی، سکون واطمینان اور اطاعت وفرمانبرداری کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی اسلام امن وسلامتی کا پیامبر ہے۔ صلح وشانتی کا داعی ہے۔ سکون واطمینان اس کی دعوت ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری اس کی ترجمانی ہے۔ اس کے ماننے والوں کو مسلم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ امن وسلامتی کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر طرح کی تخریب کاری اور فساد سے دور رہتے ہیں۔ یہی اس عظیم کلمہ کا مفہوم اور تقاضا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"المسلم من سلم الناس من لسانه ويده" (مسند امام احمد (۷۰۸۶) بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بسند صحیح علی شرط الشیخین، نسائی (۱۰۴/۸، ۱۰۵ حدیث نمبر: ۴۹۹۸) بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بسند قوی) حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے سب لوگ محفوظ رہیں۔

اسلام کوئی نیا دین نہیں ہے اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نئے رسول ہیں۔ بلکہ یہ وہی دین ہے جس کی دعوت ہر دور میں ہر پیغمبر نے اللہ رب العالمین کے حکم وارشاد کی روشنی میں دی ہے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿قل ما كنت بدعا من الرسل وما أدری ما يفعل بی ولا بكم إن اتبع إلا ما يوحى إلى وما أنا إلا نذير مبين﴾ (الاحقاف: ۹) آپ کہہ دیجئے کہ میں بالکل نیا انوکھا پیغمبر تو نہیں (بلکہ اسی سلسلہ نبوت کی ایک کڑی ہوں۔ اس لئے میری دعوت پر حیران وششدر کیوں ہوتے ہو) مجھے بھی یہ معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کرنے

والا ہوں۔

اسی دعوت کی کامل ترین شکل کا نام اسلام ہے، جس کو خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے آج سے چودہ سو سال پہلے پیش کیا ہے جس میں توحید ورسالت اور آخرت پر اس طرح یقین رکھنا ہے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔ محض یہ عقیدہ رکھ لینا کہ اللہ ایک ہے اور آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے کچھ اچھے اعمال کر لینا نہ یہ اسلام ہے اور نہ ہی اخروی نجات کا ضامن۔ بلکہ اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایک مانا جائے۔ صرف اسی کی عبادت کی جائے۔ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کی جائے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیاء میں کوئی تفریق کئے بغیر سب پر دل سے ایمان لایا جائے۔ اور نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سلسلہ نبوت کا خاتمہ تسلیم کیا جائے۔ اور ایمانیات کے ساتھ ساتھ وہ عقائد واعمال اختیار کئے جائیں جو قرآن اور حدیث رسول میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہی اسلام ہے۔ یہی اس کی تعلیم ہے۔ اور یہی انسان کی دنیاوی فلاح اور اخروی نجات کا ضامن۔ اور یہی اللہ رب العالمین کا محبوب دین ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إن الدين عند الله الإسلام﴾ (آل عمران:۱۹) بیشک دین برحق اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

اسی سورہ میں آگے ارشاد ہے:

﴿ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو فى الآخرة من الخاسرين﴾ (آل عمران: ۸۵) دین اسلام آ جانے کے بعد جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین کبھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔

بادشاہ روم ہرقل کے جواب میں ابوسفیان جو اس وقت مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے، اسلام کا تعارف پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اعبدوا الله وحده ، ولا تشركوا به شيئا ، ويأمرنا بالصلاة والصدق والعفاف والصلة" (بخاری:۷) اس نبی ﷺ کی دعوت یہ ہے کہ ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ وہ ہمیں نماز کا حکم دیتا ہے۔ سچائی کا حکم دیتا ہے۔ پاکدامنی کا حکم دیتا ہے۔ اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

اسلام اور اسلام کی حقانیت کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسے اس کے اصل مآخذ کی روشنی میں دیکھیں۔ غیر متوازن تحریریں، ناقص اور ادھوری معلومات اور عادلانہ نقطہ نظر کا فقدان کسی چیز کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے سد راہ بن سکتی ہیں۔

اسلام دین کامل ہے۔ اور اس کا داعی ومناد ہے۔ خالق ارض وسماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی دین رحمت کے ساتھ بھیجا۔ اور آپ کو رحمۃ للعالمین ہونے کا اعزاز بخشا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾(الانبیاء:۱۰۷) ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

آپ صرف بنی نوع انسانی کے لئے ہی نہیں، بلکہ چرند و پرند، جمادات، حیوانات و بہائم سب کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ آپ کی رحمت کے بہت سارے واقعات کتب احادیث وسیرت میں زریں حروف میں مذکور ہیں۔

یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی رحمت کا کرشمہ تھا کہ عرب معاشرہ میں پھیلی ہوئی انارکی کو ختم کر دیا۔ عداوت وکدورت کی جگہ اخوت ومحبت کا درس دیا۔ ظلم وتعدی کی جگہ انصاف ومساوات کا علم بلند کیا قتل وغارت گری کی جگہ مودت ورحمت کا بیج بویا۔ الغرض مختصر مدت میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعہ ایسا انقلاب پیدا کیا کہ وہی سرزمین عرب جو آپسی قتال وخوں ریزی سے لالہ زار تھی۔ امن وامان کا گہوارہ بن گئی۔ شانتی اور سلامتی کی فضا قائم ہوگئی۔ قرآن کہتا ہے:

﴿واذکروا إذکنتم أعداء فألف بین قلوبکم فأصبحتم بنعمته إخوانا﴾(آل عمران:۱۰۳)اور اللہ تعالی کی اس نعمت کو بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ نیز آپ نے فرمایا: یا أیها الناس إنما انا رحمة مهداة (حاکم ۱/۹۱، صحیح الجامع ۳۹۳۰، سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ ۴۹۰) اے لوگو، میں مجسم رحمت بن کر آیا ہوں، جو اللہ تعالی کی طرف سے اہل جہاں کے لئے ایک تحفہ ہے۔

اسی رحمت کا ایک فیض یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے ماننے والوں کو دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی تعلیم دی ہے۔ ان کے دین ودھرم کی ہی نہیں بلکہ اس کی عقیدت اور آستھا رکھنے والوں کو بھی سب وشتم اور برا بھلا کہنے سے روکا ہے۔ اس بارے میں اسلام اپنا نظریہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان کر رہا ہے:

﴿ ولا تسبوا الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علم ﴾(الانعام:۱۰۸)اور اے مسلمانو، تم ان لوگوں کو گالیاں مت دو جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔ کیوں کہ وہ لاعلمی میں حد سے گزر کر اللہ وحدہ لاشریک کی شان میں گستاخی کریں گے اور اس کو گالی دیں گے۔

اس سلسلہ میں مسلمانوں کو ایک اہم اصول کا پابند کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے:

﴿یا أیها الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولا سدیدا﴾(الأحزاب:۷۰)اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور جچی تلی بات کہو۔ ایسی بات نہ کہو جس سے کسی کی دل آزاری ہو۔ کیوں کہ یہ پروردگار عالم کے نزدیک ناپسندیدہ بات ہے۔

اب آپ کے سامنے سیرت طیبہ کی چند جھلکیاں پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلی اخلاق کا نمونہ اور ہم سب کے لئے درس عبرت اور آئیڈیل ہے۔ آیئے ان واقعات کو آپ کی سماعتوں کے حوالے کروں۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ آپ جنازہ دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو وہاں موجود کچھ لوگوں نے کہا: یہ تو یہودی کا جنازہ ہے اسے دیکھ کر کھڑے ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أليست نفساً . (بخاری:۱۳۱۲،مسلم:۹۶۱) ٹھیک ہے،لیکن ہمیں یہ بتاؤ کہ کیا یہودی انسان نہیں ہوتے ہیں۔
ایک دوسری روایت میں ہے۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:
قام النبی ﷺ وأصحابه لجنازة يهودي ، حتى توارت (مسلم:۹۶۰) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے معزز صحابہ ایک یہودی کے جنازہ کو دیکھ کر اس وقت تک کھڑے رہے جب تک جنازہ نظروں سے اوجھل نہ ہوگیا۔

۲۔مدینہ میں ایک یہودی بچہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کا شرف حاصل تھا، بیمار پڑ گیا۔آپ ﷺ اس کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اس کے سرہانے بیٹھ کر اس کی عیادت کی اور اس سے کہا: أسلم اسلام قبول کرلو۔وہ بچہ اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا۔اس کے باپ نے کہا: أطع أبا القاسم ابوالقاسم یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کی بات مان لو۔چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اور اپنے باپ کے کہنے پر وہ بچہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔(بخاری:۱۳۵۶)

۳۔حضرت جابر کی روایت کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔بیان کرتے ہیں کہ ہم نجد کی جانب غزوۃ ذات الرقاع کے لئے گیے۔آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے اپنی سواری سے اترے۔اور تلوار ایک ٹہنی سے لٹکا کر سو گیے۔اسی درمیان ایک آدمی (غورث بن حارث) آیا۔اور نبی ﷺ کو سوتا دیکھ کر تلوار اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑ لیا۔اور آپ کو مخاطب ہو کر کہا: من يمنعك منى ؟ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: اللہ۔اس جواب کو سن کر اس کے بدن میں ارتعاش اور کپکپی طاری ہوگئی اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔اس واقعہ کے راوی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی اور اسے معاف کر دیا۔(بخاری:۲۹۱۰،۲۹۱۳، ۴۱۳۹،مسلم۸۴۳)

خیبر کے موقع پر اس یہودی عورت کو بھی آپ نے معاف کر دیا جس نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا تھا تاکہ آپ کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔اور فتح مکہ کے موقع پر جب آپ فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو عام معافی کا اعلان کر دیا۔اور ان صنادید قریش کو بھی معاف کر دیا جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر آپ کو پریشان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔اس کے برعکس بادشاہوں کا امتیاز ہے کہ جب وہ کسی بستی میں فاتحانہ طور پر داخلے ہوتے ہیں تو ان کا تعامل کیا ہوتا ہے؟اس کی تصویر قرآن مقدس نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔﴿إن الملوك إذادخلوا قرية أفسدوها وجعلوا أعزة أهلها أذلة﴾ (سبأ:۳۴) ملکہ سبا بلقیس کہتی ہیں: بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں۔اور وہاں کے باعزت مکینوں کو ذلیل ورسوا کر دیتے ہیں۔

۵۔مسجد نبوی میں ایک دیہاتی آکر پیشاب کرنے لگا۔صحابہ کرام نے دیکھا تو اسے ڈانٹنے لگے۔مگر آپ ﷺ نے کہا: اسے ڈانٹو نہیں۔جب وہ پیشاب کر چکا تو آپ نے اس سے پیار سے کہا: مسجد اللہ کا گھر ہے۔نماز پڑھنے، ذکر واذکار

کرنے اور اللہ کی عبادت کے لئے ہے۔ اور صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: إنما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین (صحیح الجامع ۵۹۷۳) تمہیں آسانی کے لئے بھیجا گیا ہے، تنگی اور پریشانی کے لئے نہیں۔

۶۔ مدینہ میں شادی شدہ ایک غامدی عورت سے زنا کی غلطی سرزد ہوگئی اور اسے حمل بھی ٹھہر گیا۔ جب اسے اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہوا تو آپ کے پاس آئی اور کہا: طهرني یا رسول الله اے اللہ کے رسول آپ مجھے اس گناہ سے پاک کردیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا: فاذهبي حتى تلدي جاؤ، جب تک ولادت نہ ہوجائے مت آنا۔ کیوں کہ بدکاری تو ماں نے کی ہے۔ پیٹ میں پلنے والے بچے کا کیا قصور ہے کہ اپنے ناکردہ گناہ کی سزا پائے۔ چنانچہ جب ولادت ہوگئی اور بچہ روٹی کھانے کے لائق ہوگیا تو آپ نے اس عورت کے رجم کرنے کا یعنی پتھر سے مار مار کر ہلاک کردینے کا حکم صادر کردیا۔ (مسلم: ۱۶۹۵) حضرت خالد رضی اللہ عنہ رجم کرنے والوں میں تھے۔ انہوں نے ایک پتھر مارا تو اس کے خون کا ایک قطرہ ان کے رخسار پر آگرا تو اسے برا بھلا کہنے لگے۔ نبی ﷺ نے ان کو سخت تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: مهلا یا خالد خالد، رکو۔ اور اسے برا بھلا مت کہو۔ اس نے تو ایسی توبہ کرلی ہے کہ ٹیکس اور چنگی وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اس کی بھی بخشش ہوجاتی۔

نبی اکرم ﷺ کے حسن اخلاق کی ایک اور مثال سنئے۔ سنن نسائی (۳۰۶۳) کی صحیح روایت میں ہے:

رأیت رسول الله ﷺ یرمي جمرة العقبی یوم النحر علی ناقة له صهباء، لا ضرب ولا طرد، وإلیك إلیك. قدامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو قربانی کے دن اپنی بھورے رنگ کی اونٹنی پر سوار جمرۂ عقبی کو رمی کرتے دیکھا۔ نہ سواریوں کو مارا جارہا تھا اور نہ انہیں بھگایا جارہا تھا اور نہ ہٹو بچو کا شور تھا۔

اس حدیث کے تناظر میں آج کے حکمرانوں کا جائزہ لیجئے۔ کیا ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر نہیں ہیں؟

یہ تو تصویر کا ابھی ایک رخ تھا۔ ایک زاویہ تھا۔ رحمت عالم کی رحمت کا ذرا دوسرا رخ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ کی رحمت سے صرف انسان ہی نہیں، چرند و پرند اور حیوانات و بہائم بھی فیض یاب ہورہے ہیں۔ کتب حدیث میں بڑا مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ غزوہ کے لئے تشریف لے جارہے ہیں۔ ایک جگہ پڑاؤ ہوا تو قریب میں ہم نے چڑیا دیکھی جس کے دو بچے تھے۔ ہم نے ان بچوں کو پکڑلیا وہ چڑیا آکر زمین پر اپنا پر بچھانے لگی۔ اتنے میں نبی ﷺ آگئے۔ اور یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا:

من أفزع هذه بولدها، ردوا ولدها إلیها (ابوداود: ۲۶۷۵، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۵) اس چڑیا کو کس نے پریشان کررکھا ہے؟ اس کا بچہ اسے واپس کردو۔

مختصر یہ کہ جب تک اس صحابی نے بچہ کو چھوڑ نہیں دیا آپ ﷺ کو قرار و سکون نہیں آیا۔

اسی طرح ایک اونٹ کے پاس سے گزر رہے تھے۔اس کا پیٹ اور پیٹھ سٹا ہوا تھا۔اس نے آپ سے اپنے مالک کے برے سلوک کی شکایت کی کہ وہ کھانا پانی نہیں دیتا ہے اور کام خوب لیتا ہے۔رحمۃ للعالمین کی رحمت جوش میں آ گئی۔اسے دیکھ کر آپ نے فرمایا:

اتقوا الله فى البهائم المعجمة ، اركبوها صالحة ، وكلوها صالحة (سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ :۲۳)ان ان بول جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ان کو اچھی طرح سواری کے استعمال میں لاؤ اور انہیں اچھی طرح کھاؤ۔

انہیں اخلاق حمیدہ، صفات ستودہ اور شمائل نبیلہ کی وجہ سے قرآن مقدس نے آپ کو یہ اعزاز بخشا ہے۔﴿ و إنك لعلى خلق عظيم ﴾(القلم:۴) بیشک آپ اخلاق کے بہت بڑے اور عمدہ مرتبہ پر فائز ہیں۔

تہذیب وشائستگی، نرمی اور شفقت، امانت وصداقت، حلم وکرم، جود وسخاوت، تواضع اور انکساری، حسن تعامل، خوش طبعی اور خندہ پیشانی یہ ایسی صفات ہیں جو آپ ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔اس باب میں نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے اور نبوت کے بعد تو اس میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔دور دور تک کوئی آپ کا ثانی نظر نہیں آتا ہے۔سچ ہے: آں چہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: كان خلقه القرآن آپ ﷺ کا اخلاق تو قرآن کا آئینہ تھا۔

یہ ہیں چند مثالیں جن میں نبی ﷺ کا حسن تعامل اور اعلی اخلاق وکردار روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ہمارا مقصد صرف اسے بیان کرنا نہیں، بلکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ ان کی روشنی میں ان نکات تک پہنچا جائے جہاں سے اس جہان آب وگل میں شانتی اور سلامتی پیدا ہو۔امن وسکون کو فروغ ہو۔نہ دہشت ہو نہ وحشت، نہ خوف ہو نہ ڈر۔ہر آدمی سکون وچین کی سانس لے۔امن وشانتی کے سایہ میں جیئے۔

اس وقت عالم انسانیت رنگ ونسل، مذہب ومسلک، لسانی اور علاقائی اکائیوں میں منتشر ہے۔نفرت وعداوت، تمرد وسرکشی اور قتل وغارت گری کے بازار میں گھری ہے۔رنگ ونسل، زبانی اور علاقائی اختلاف کے نتیجہ میں کئی بار عالم گیر پیمانہ پر جنگیں بھی ہو چکی ہیں۔معصوم جانوں کی ہلاکت واتلاف کے علاوہ نوبت نسل کشی تک پہنچ گئی ہے۔موجودہ حالات اور واقعات کے تناظر میں غور وفکر کرنے سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ غیر منصفانہ انداز فکر نے انسانیت کو فلاح واعتدال سے ہٹا کر گمراہی اور ظلم وتعدی کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ان کی زندگی کو اجیرن کر دیا ہے۔سکون واطمینان کو غارت کر دیا ہے۔اس وقت عالم انسانیت سسک رہی ہے۔حالت احتضار سے گزر رہی ہے۔خون کے آنسو رو رہی ہے۔شانتی اور سلامتی، امن وسکون کے لئے بھٹک رہی ہے۔لیکن شانتی آئے کہاں سے؟ سکون میسر ہو کہاں سے؟ جب کہ حالت یہ ہے کہ پیمانہ دوہرا ہے۔فکر شاطرانہ ہے۔اور ارباب اقتدار کی سوچ نہ قائدانہ ہے اور نہ حکیمانہ۔اسی شاطرانہ فکر، غیر عادلانہ مزاج اور غیر منصفانہ انداز فکر وتدبر نے انسانی دلوں میں خلیج قائم کر دی ہے۔قلوب واذہان میں نفرت وکدورت گھول دی ہے۔مزید برآں نبی اکرم ﷺ کی اہانت کے واقعات نے سکون وچین کو غارت کرنے میں آگ میں گھی کا کام کیا ہے۔بالخصوص مسلمانوں کو ذہنی کرب میں مبتلا کر دیا ہے۔

اسلام امن وشانتی کا مذہب ہے۔جنگ وجدال کے مقابلہ میں صلح وآشتی کو ترجیح دیتا ہے۔آخری دم تک جنگ ٹالنے

کی کوشش کرتا ہے۔امن کوفروغ دینے کے لئے نبی ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ اپنے تعلقات کووسیع کرنے کے لئے صلح کی۔ امن کا معاہدہ کیا۔صلح حدیبیہ کے موقع پر جنگ سے بچتے ہوئے نبی ﷺ نے صلح کوترجیح دی۔سلاطین وامراء کوخطوط لکھے۔ اورفتح مکہ پر عام لوگوں کومعافی دیکرتاریخ میں ایک عظیم الشان مثال پیش کی۔

نیز اسلام کی مذہبی رواداری ہی تو ہے کہ اس نے انسانی خون کی قدر وقیمت اور امن وسکون کوفروغ دیتے ہوئے اپنے ماننے والوں کے لئے اسی اصول کوبرقراررکھا جواصول بنی اسرائیل کے لئے مقرر ہوا تھا۔اس سلسلہ میں قرآن مجید کاارشاد ہے۔

﴿ من أجل ذلك كتبنا على بنى إسرائيل أنه من قتل نفسا بغير نفس أو فساد فى الأرض فكأنما قتل الناس جميعا ومن أحياها فكأنما أحيا الناس جميعا ولقد جاء تهم رسلنا بالبينات ثم إن كثيرا منهم بعد ذلك فى الأرض لمسرفون ﴾(المائدہ:۳۲)بنی اسرائیل پر ہم نے یہ لکھ دیا ہے کہ جوشخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو،قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کوقتل کردیا۔اور جوشخص کسی ایک کی جان بچالے،اس نے گویا تمام لوگوں کوزندہ کردیا۔اوران کے پاس ہمارے بہت سے رسول کھلی نشانیاں لے کرآئے لیکن اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں ظلم وزیادتی اورزبردستی کرنے والے ہی رہے۔

اسی کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کا حجۃ الوداع سن دس ہجری میں عالمی سطح پر پوری انسانی برادری کے لئے اہم ترین بنیادی حقوق اورامن وسکون کا وہ شانداراورمثالی منشور بھی واجب الاعتناء ہے، جسے کسی بھی صورت میں طاق نسیاں نہیں کیا جاسکتا۔ یہ وہ اصول ہیں جوانسانی برادری کوہیبت ووحشت اورخوف وڈر کے ماحول سے نکال کرصلاح وفلاح اورامن وامان کی فضا میں سانس لیتے ہوئے ایک نئے معاشرہ کی تعمیر وتشکیل میں مؤثر کرداراداکرنے کی مکمل صلاحیت رکھتے ہیں۔یقیناً ان زریں اصول کے اپنانے سے صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود پذیر ہوگا۔

☆☆☆

(بقیہ درس قرآن)

آپ ﷺ کی شخصیت ہم جیسے انسانوں سے بہت بالاتر ہے۔آپ کے بارے میں کسی چیز کومنسوب کرنے یا آپ کا ذکر خیر کرتے وقت ہمیں اس بات کا خیال رکھنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا اللہ نے آپ کومقام عطا کیا ہے۔قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اللہ نے آپ کومخاطب کیا ہے اس میں عزت واحترام ملحوظ ہے۔جب اللہ رب العالمین نے کسی جگہ اورکسی موقع پر بھی آپ کوآپ کے نام سے ''یا محمد'' کہہ کرمخاطب نہیں کیا تو ہم جیسے عاصی اورگنہگار انسان کوآپ کا نام نامی لیتے وقت ہمیشہ ادب واحترام ملحوظ رکھنا چاہیے،لیکن اس میں غلو نہ ہواس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔آپ ﷺ نے غلو سے منع فرمایا ہے۔پچھلی قومیں غلو کرنے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہوچکی ہیں۔ (جاری)

☆☆☆

جنازہ میں دوسلام کی مشروعیت پر
دلالت کرنے والی حدیث کا تحقیقی جائزہ

مولانا محمد یوسف مدنی /استاذ جامعہ سلفیہ بنارس

جنازہ میں دوسلام پھیرنے کے متعلق مروی احادیث میں سب سے بہتر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو درج ذیل ہے:

"ثلاث خلال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلهن تركهن الناس ، إحداهن :التسليم على الجنازة مثل التسليم في الصلاة"۔

”تین کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے جنھیں لوگوں نے ترک کردیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ صلاۃ جنازہ پر اس طرح سلام پھیرنا جس طرح صلاۃ میں سلام پھیرا جاتا ہے۔

اس حدیث کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر: 10022 / 100 /10 میں درج ذیل سند ومتن کے ساتھ روایت کیا ہے:

حدثنا خلف بن عمرو العكبري و ابو عقيل انس بن مسلم الخولاني قالا: ثنا المعافى بن سليمان، ثنا موسى بن اعين عن ابى عبد الرحيم عن زيد بن ابى انيسة عن حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن ابن مسعود قال: خلال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلهن تركهن الناس، احداهن تسليم الامام فى الجنازة مثل تسليمه فى الصلاة۔

اسے ابوبکر عبداللہ بن محمد بن زیاد النیسابوری نے {الزیادات علی کتاب المزنی ص313 -312، ح: 16} میں اوران کے طریق سے امام بیہقی نے السنن الکبری:- 43 /4 طبعہ ہندیہ میں درج ذیل سند سے روایت کیا ہے:

"أخبرنا أبو حامد احمد بن علي الرازي الحافظ و انبأ زاهر بن احمد، ثنا ابو بكر بن زياد النيسابوري، ثنا احمد بن سعد الزهري، ثنا سعيد بن حفص، ثنا موسى بن أعين عن خالد بن يزيد ابى عبد الرحمن عن زيد بن أبي أنيسة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة والأسود عن عبد الله قال:۔۔۔ باللفظ المذكور۔

سنن بیہقی میں خالد بن یزید کی کنیت ابوعبدالرحمن واقع ہے جو صحیح نہیں ہے ان کی کنیت ابوعبدالرحیم ہے جیسا کہ معجم کبیر میں ہے نیز دیکھئے: تھذیب الکمال: 217 /8، تقریب التھذیب ص294 ت ابوالاشبال۔

اس حدیث کی سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں سوائے حماد بن ابی سلیمان کے، حماد ”صدوق لہ اوھام“ ہیں۔ {تقریب التھذیب ص269 ت ابوالاشبال} اسی لئے متعدد علماء کرام نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔

حدیث کی صحت کے بارے میں علماء کے اقوال:

۱۔ امام ذہبی نے کہا: سندہ صالح (مہذب السنن الکبری للبیھقی: 6210/ 1383 /3)

۲۔ امام نووی نے کہا: اسناد جید (المجموع:198 / 5، خلاصۃ الاحکام: 2/982)

۳۔ امام ہیثمی نے کہا: رجالہ ثقات (مجمع الزوائد: 3/34)

۴۔ علامہ البانی نے کہا: اسناد حسن (احکام الجنائز ص 127)

۵۔ شرح السنۃ للبغوی (5/346) کے محققین شعیب ارنووط اور زہیر الشاویش نے کہا: سندہ حسن۔

۶۔ زاد المعاد (1/491) کے محققین: شعیب ارنووط اور عبد القادر ارنووط نے کہا: اسنادہ حسن۔

۷۔ عادل بن یوسف العزازی ابوعبد الرحمن نے کہا: حسن (تمام المنۃ فی فقہ الکتاب وصحیح السنۃ : کتاب الجنائز ص 77)

۸۔ ڈاکٹر عبد العظیم بدوی نے کہا: اسنادہ حسن (الوجیز فی فقہ السنۃ والکتاب العزیز ص 178)

تنبیہ: (۱) محدث بنارس، فروری 2016ء ص-46 باب الفتاوی میں کہا گیا ہے کہ شرح السنۃ للبغوی کے حاشیہ میں اس کے دونوں محققین شیخ شعیب ارنووط اور شیخ زہیر شاویش نے حدیث حسن کہا ہے، لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ انہوں نے سندہ حسن کہا ہے نہ کہ حدیث حسن اور دونوں حکم میں جوفرق ہے اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں!

(۲) اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ ڈاکٹر اعظمی صاحب نے المنۃ الکبری میں اس حدیث کے بارے میں ''ھذا الحدیث حسن'' کہا ہے، لیکن یہ بھی درست نہیں ہے کیونکہ محولہ مکان پر ڈاکٹر صاحب نے حدیث پر کوئی حکم نہیں لگایا ہے بلکہ امام نووی کا قول اسناد جید نقل کرنے کے بعد صرف ''وللحدیث شواھد اخری'' کہا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث کو دو اسباب کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ مختصر نماز نبوی (ص 31) میں فرماتے ہیں:

..."اس کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

(1) حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے اور یہ روایت قبل از اختلاط نہیں ہے۔

(2) حماد مذکور مدلس ہے، دیکھئے: طبقات المدلسین (45/2) اور روایت معنعن ہے۔

ان دونوں علتوں کے بارے میں درج ذیل گزارشات ملاحظہ ہوں:

ا۔ حماد بن ابی سلیمان کو مختلط ثابت کرنے کے لئے جن نصوص کا سہارا لیا جاتا ہے ان کی حقیقت سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

پہلا نص: امام عبد اللہ بن امام احمد کہتے ہیں:

حدثني أبي قال : حدثنا مؤمل قال : حدثنا حماد بن زيد قال : حدثنا محمد بن ذكوان ۔ قال أبي : هذا خال ولد حماد بن زيد ۔ قال : ذكر عند حماد بن أبي سليمان : "أن النبي صلى الله عليه و سلم أعتق اثنين و أرق أربعة أقرع بينهم" ، فقال حماد : هذا رأي الشيخ يعني الشيطان ، قال محمد : فقلت له : "إن القلم رفع عن ثلاث : عن المجنون حتى يفيق" ، فقال : ما تريد إلى هذا؟ قال : قلت : أنت ما أردت إلى هذا؟ قال أبي : كان حماد تصيبه

غشية يعني المؤتة۔ (العلل ومعرفة الرجال برواية عبد الله :ص 3595 / 548 -547، 5223، ضعفاء العقيلي بتحقيق مازن السرساوي: 157 / 2)

محمد بن ذکوان کا بیان ہے کہ حماد بن ابی سلیمان کے پاس اس حدیث کا ذکر کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو غلاموں کو آزاد کردیا اور چار کو باقی رکھا اور ان کے درمیان قرع اندازی کی۔

اس حدیث کو سن کر حماد نے کہا کہ یہ تو شیخ یعنی شیطان کی رای ہے!۔اس پر محمد بن ذکوان نے کہا کہ تین لوگوں کے اوپر سے تکلیف کا قلم اٹھالیا گیا ہے،ان میں سے ایک دیوانہ اور مجنون یہاںتک کہ اس کا جنون ختم ہوجائے اور اصلی حالت کی طرف لوٹ جائے۔

حماد نے کہا اس سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ میں (محمد بن ذکوان) نے کہا کہ (آپ نے جو شیطان کی رائے کہا) اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟۔امام احمد نے کہا: حماد پر کبھی کبھی غشی اور دیوانگی طاری ہوجاتی (جس کی وجہ سے اس طرح کی بات ان کی زبان سے نکل جاتی)۔

اس نص کی سند صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا بیان کرنے والا محمد بن ذکوان خود ضعیف ہے۔(العلو للذہبی :1/302، تذہیب تقریب التہذیب لطارق عوض اللہ: 366- 4/365)اور اس تک سند میں مؤمل بن اسماعیل ہے اور وہ بھی سیئ الحفظ اور ضعیف ہے۔(تحریر تقریب التھذیب 442/ 3)

دوسرا نص: امام عقیلی کہتے ہیں:

حدثنا أحمد بن أصرم المزني ، قال: حدثنا محمود بن غيلان، قال: حدثنا عبد الرزاق عن معمر قال: كان حماد بن أبی سليمان يصرع وإذا أفاق توضأ" .

(ضعفاء العقيلي :1501 /157 / 2،واخرجه ابو الشيخ في طبقات المحدثين بأصبهان (1/132/91) عن أبي بكر بن مكرم عن محمود بن غيلان وأورده الذهبي في سير أعلام النبلاء (235 /5)۔

یعنی حماد پر مرگی کا دورہ پڑتا پھر جب افاقہ ہوتا تو وضو کرتے۔

اس کی سند میں امام عبدالرزاق صنعانی طبقہ ثالثہ کے مدلس راوی ہیں (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین للحافظ زبیر علی زئی ص 45) اور انہوں نے اس نص میں اپنے شیخ معمر سے سننے کی صراحت نہیں کی ہے!

تیسرا نص: امام عقیلی کہتے ہیں:

حدثنا محمد بن أيوب ، قال: حدثنا يحيى بن المغيرة ، قال: حدثنا جرير عن المغيرة ، قال: كان حماد يصيبه المس فإذا أصابه شئ من ذلك ثم ذهب عنه عاد إلى الموضع الذي كان فيه" .(ضعفاء العقيلي : / 2 1502/ 157 ،وأورده الذهبي في السير :5/235)

مغیرہ بن مقسم نے کہا کہ حماد کو دیوانگی اور جنون لاحق ہوتا اور پھر جب یہ چیز رفع دفع ہوجاتی تو اسی مقام پر لوٹ آتے جہاں پہلے ہوتے۔یعنی وہیں سے پڑھنا شروع کرتے جہاں سے چھوڑے ہوتے۔

اس نص کی سند میں مغیرہ بن مقسم الضبی الکوفی طبقہ خامسہ کے مدلس ہیں (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین للحافظ

زبیر علی زئی ص 64) اورانہوں نے تحدیث کا صیغہ استعمال نہیں کیا ہے۔

اسی بات کو امام عجلی نے بھی نقل کیا ہے مگر اس کی کوئی سند ذکر نہیں کیا ہے چنانچہ ثقات میں ہے:

حدثنا أبو مسلم (صالح بن أحمد العجلي) قال: قال أبي (العجلي م 261ھ): وكانت به موتة وكان ربما حدثهم بالحديث فيعتريه ذلك فإذا أفاق أخذ من حيث انتهى...

وحدثنا أبو مسلم قال: قلت لابي: وما الموتة؟ قال: طرف من الجنون. (معرفة الثقات للعجلي 1/ 321 -320)

امام عجلی کہتے ہیں: حماد کو جنون کا عارضہ تھا، بسا اوقات وہ حدیث بیان کرتے اور اسی اثنا انہیں یہ عارضہ لاحق ہو جاتا، پھر افاقہ کے بعد وہیں سے روایت شروع کرتے جہاں سے عارضہ کے وقت چھوڑے ہوتے۔ ابو مسلم صالح بن احمد عجلی کہتے ہیں میں نے اپنے والد امام عجلی سے پوچھا کہ یہ موتہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ: یہ ایک قسم کا جنون ہے۔

تنبیہ: بعض احباب نے امام عجلی کے قول (من حیث انتھی) تک کو امام مغیرہ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے جو صحیح نہیں ہے!۔

چوتھا نص: امام عقیلی کہتے ہیں:

حدثنا علي بن العباس البراء، قال: حدثنا عباد بن يعقوب، قال: سمعت شريكا وسأله انسان، يحمل العلم عن المجنون الذي يصرع؟ فقال: رأيت حماد بن أبي سليمان وانه يصرع وما بيني وبينه إلا كذا. وأشار عباد بيده. وقد حمل الناس عنه" . (ضعفاء العقيلي 1503/ 157 -158 /2)

یعنی عباد بن یعقوب کہتے ہیں: ایک شخص نے شریک سے سوال کیا کہ ایسے مجنون سے جس پر جنون کا دورہ پڑتا ہو علم حاصل کیا جا سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: میں نے دیکھا کہ حماد پر دورہ پڑتا، اور میرے اور ان کے درمیان اتنا {یعنی تھوڑا فاصلہ ہوتا، اس کے باوجود} لوگوں نے ان سے علم حاصل کیا۔

اس نص کی سند میں شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی سیئ الحفظ اور مدلس راوی ہے (تحریر تقریب التھذیب: 2/113- 114، الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین للحافظ زبیر علی زئی ص 44 -43)۔

ان نصوص مذکورہ میں سے کسی بھی نص کی سند کلام اور ضعف سے خالی نہیں ہے نیز ان میں اختلاط کا بھی ذکر نہیں ہے اگر ان تمام نصوص کو ملا کر لائق حجت مانیں تو زیادہ سے زیادہ ان سے سوء حفظ کا اثبات تو ہو سکتا ہے مگر اختلاط کا نہیں۔ واللہ اعلم۔

اور شاید انہی نصوص کی بنا پر علامہ شیخ محمد رئیس ندوی رحمہ اللہ نے حماد کے سوء حفظ کے بارے میں کلام کرتے ہوئے ان کے اختلاط کو بھی ثابت مانا ہے، دیکھئے: اللمحات 2/429۔ لیکن تفصیل بالا کی روشنی میں ان کا مختلط ہونا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا ہے!

یہی وجہ ہے کہ جن علماء حدیث نے اختلاط اور مختلطین کے بارے میں مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں اور اختلاط کے شکار راویوں کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے ان میں سے کسی نے بھی اپنی کتاب میں مختلطین کے ضمن میں حماد کا ذکر نہیں کیا ہے، ہمارے علم کے مطابق سب سے پہلے ان کو الکواکب النیرات کے محقق شیخ عبدالقیوم عبد رب النبی نے اس کتاب کی تحقیق

کرتے ہوئے الملحق الثالث ص515 میں اور محمد بن طلعت نے معجم المختلطین ص78 میں مختلطین میں ذکر کیا ہے، ورنہ ان دونوں سے پہلے کسی نے بھی حماد کو کتب مختلطین میں ذکر نہیں کیا ہے، دراصل اس سلسلہ میں شیخ عبدالقیوم اور شیخ محمد بن طلعت نے دواماموں کے اقوال پر اعتماد کیا ہے ایک امام ابن سعد کے قول پر اور دوسرے امام احمد کے قول پر،

امام ابن سعد نے "الطبقات الکبری" (8/452 تحقیق الدکتور علی محمد عمر) میں کہا ہے:

قالوا: وكان حماد ضعيفا في الحديث فاختلط في آخر أمره،

یعنی انہوں نے کہا کہ حماد حدیث میں ضعیف تھے پھر آخرحیات میں اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔

مگر یہ قول قوی نہیں ہے کیونکہ ابن سعد نے اس کے قائلین کی صراحت نہیں کی ہے! لہذا قائلین کے مبہم ومجہول ہونے کی بنا پر یہ قول لائق اعتنا نہیں ہے۔

بعض احباب نے اس قول کو براہ راست ابن سعد سے منسوب کرکے نقل کردیا ہے جو صحیح نہیں ہے، ابن سعد نے قالوا کہہ کرنقل کیا ہے، یہ خود ان کا قول نہیں ہے۔

اور امام احمد نے کہا:

(1).. "أما حديث هؤلاء الثقات عنه: شعبة وسفيان وهشام، فأحاديث أكثرها متقاربة" (سؤالات الميموني: 465، موسوعة اقوال الامام احمد: 1/305)

شعبہ، سفیان اور ہشام جیسے ثقہ راویوں کی حماد سے روایت کردہ اکثر حدیثیں (صحت سے) قریب ہیں۔

(2)"قال أبوداود: قلت لأحمد: مغيرة أحب إليك في إبراهيم، أو حماد؟ قال: أما فيما روى سفيان وشعبة عن حماد فحماد أحب إليّ، لان في حديث الآخرين عنه تخليطا"۔ (سؤالات ابی داود لاحمد: ص 290، تهذيب الكمال: 7/272، موسوعة اقوال احمد: 1/306)۔

ابوداود کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا: ابراہیم سے روایت کرنے میں آپ کے نزدیک مغیرہ زیادہ پسندیدہ راوی ہے یا حماد؟ انہوں کہا: حماد سے سفیان اور شعبہ کی روایت میں، حماد میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ حماد سے دوسرے راویوں کی روایت میں تخلیط یعنی گڑبڑی ہے۔

ا۔ (3)قال الأثرم: سمعت أبا عبد الله، قيل له: حماد بن أبي سليمان؟ قال: أما حماد فرواية القدماء عنه متقاربة: شعبة والثوري وهشام يعني الدستوائي، قال: وأما غيرهم فقد جاؤوا عنه بأعاجيب"۔(تهذيب الكمال:7/(1483)، موسوعة اقوال احمد: 1/306)

اثرم کہتے ہیں: میں نے ابوعبداللہ (امام احمد) کو سنا ان سے سوال کیا گیا کہ حماد بن ابی سلیمان (کی روایت کیسی ہے)؟ انہوں نے کہا: حماد سے ان کے قدیم شاگردوں: شعبہ، ثوری اور ہشام دستوائی کی روایت متقارب ہے لیکن دوسرے رواۃ نے ان سے عجیب وغریب چیزیں روایت کی ہیں۔

ڈاکٹر قاسم بن سعد نے منہج الامام النسائی فی الجرح والتعدیل ص696) میں موصوف حماد کے بارے میں ائمہ فن کے

اقوال بالتفصیل ذکر کرنے کے بعد ان کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا ہے:

" وأما أحمد بن حنبل فإنه غمزه بشيء فيه احتمال، لكنه رفع من شأنه في غالب الروايات عنه، مبينا أن الضعف في حديثه يحمل على الرواة عنه، لا عليه، لأن الكبار: شعبة، والثوري وهشام الدستوائي، إذا رووا عنه كان حديثه مستقيما، بيد أن من أمعن النظر في أقوال أحمد، عَلِم أن مراده إظهار تغير حماد بأخرة ــ كما فعل ابن سعد ــ فحديث القدماء عنه مستقيم، وحديث المتأخرين فيه تخليط "۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حماد کی حدیث میں جوضعف آیا ہے اس کا سبب وہ خودنہیں ہیں بلکہ ان سے روایت کرنے والے راویان ہیں اور امام احمد کے اقوال کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ حماد آخری عمر میں تغیر یعنی عقلی فتور کے شکار ہو گئے تھے ، بنابریں اس حالت سے قبل جن لوگوں نے ان سے روایت لی ہے ان کی روایت اصح ہے مثلا شعبہ، سفیان ثوری اور ھشام۔

اس سے بھی حماد کا اصطلاحی مختلط ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آخری ایام میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔تخلیط کے معنی کے لئے دیکھئے: محمد بن طلعت کی کتاب معجم المختلطین ص6-5۔اور ڈاکٹر عبد الجبار سعید کی کتاب اختلاط الرواۃ الثقات ص.165

اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے تو بھی مذکورہ روایت پر اس کا کوئی اثرنہیں پڑے گا کیوں کہ امام احمد کے قول کے مطابق حماد کے قدیم شاگردان کی روایت متقارب ہوتی ہے، مثال کے طور پر شعبہ، ثوری اور ھشام دستوائی کی روایت ۔تو جب ھشام دستوائی جن کی وفات 154ھ، شعبہ جن کی وفات 160ھ، اور ثوری جن کی وفات 161ھ میں ہے اور یہ حماد کے قدیم شاگرد ہیں تو زید بن ابی انیسہ جو حدیث مذکور کو حماد سے روایت کرتے ہیں وہ تو زیادہ قدیم ہیں کیوں کہ ان کی وفات تو ایک قول کے مطابق 119ھ یعنی خود حماد کی وفات (120ھ) سے پہلے ہو چکی ہے جبکہ 124، 125، اور 126ھ میں بھی کہا گیا ہے۔لہذا بلا شک وتردد حماد سے ان کی روایت شروع زمانہ تحدیث کی ہے جس کا صحیح ہونا واضح ہے۔

تفصیل مذکور کا حاصل یہ ہے کہ حماد کا اصطلاحی معنی میں مختلط ہونا محل نظر ہے! لہذا اس کی بنیاد پر حدیث کو معلول قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

پھر میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر عبد الجبار سعید نے پی ایچ ڈی کے مقالہ اختلاط الرواۃ الثقات کے فصل ثالث: الرواۃ الذین لم یثبت اختلاطھم، (ص162 ط: مکتبۃ الرشد 2005) میں حماد کا ذکر کیا اور ابن سعد کا قول نقل کرنے کے بعد کہا:

"قلت: عبارة ابن سعد وردت بصيغة التمريض، ولم اجد من قال باختلاطه، وهذه العبارة لا تثبت اختلاطا"۔

یعنی ابن سعد کی عبارت صیغہ تمریض کے ساتھ ہے، اور مجھے کوئی ایسا شخص (عالم) نہیں ملا جس نے حماد کے مختلط ہونے کی بات کہی ہو، اور اس عبارت سے اختلاط ثابت نہیں ہوتا۔

یہاں حافظ ذہبی کا یہ تبصرہ بھی ملحوظ خاطر رہے، انہوں نے کہا کہ: " انما التخليط فيها من سوء حفظ الراوى عنه" یعنی ان کی روایتوں میں تخلیط ان سے روایت کرنے والے راویوں کے خرابی حفظ کی بنا پر ہے۔(سیر اعلام النبلاء 5/236)

+++ (جاری)

سانپوں کوقتل کرنے کا شرعی حکم

مولانا سیف الرحمٰن الصلیح عبدالرشید مدنی/استاذ جامعہ سلفیہ

زمانہ حاضر میں سانپوں کی کثرت کے پیش نظر ان کوقتل کرنے کا معاملہ بھی مختلف شرعی نصوص کی وجہ سے انتہائی مشکل ہوگیا ہے۔کہیں جنگلوں میں سانپ کی کثرت ہے تو کہیں گھروں کے اندر۔لہذا سانپوں کی کن اقسام کوقتل کرنا جائز ہے اور کن کو ممنوع؟اسی مسئلہ کو حل کرنے کے لیے یہ چند سطور پیش خدمت ہیں:

علماء کرام نے سانپوں کوقتل کرنے کے سلسلے میں کئی اقوال پر اختلاف کیا ہے۔امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''التمہید''(۱) میں ان تمام اقوال کا تفصیلی جائزہ لیا ہے،اور انہی سے علامہ زین الدین عراقی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔(۲) اقوال ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ہر طرح کے سانپ کوقتل کیا جائے گا،خواہ وہ صحراء میں رہنے والا ہو یا گھر وغیرہ میں۔

ان کے دلائل وہ عمومی حدیثیں ہیں جن میں مطلق طور پر سانپوں کوقتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۳)

(۲) مدینہ منورہ کے گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کے علاوہ سب کوقتل کیا جائے گا،خواہ کسی بھی علاقے میں ہوں،چنانچہ مدنی گھروں کے سانپوں کوتین مرتبہ خبردار کیا جائے گا،اگر چلے جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ انہیں بھی قتل کردیا جائے گا۔

ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا: "إن بالمدينة جنا قد أسلموا، فإذا رأيتم منهم شيئا، فآذنوه ثلاثة أيام، فإن بدا لكم بعد ذلك، فاقتلوه، فإنما هو شيطان" (۴) ترجمہ: بلاشبہ مدینہ میں جن رہتے ہیں جو مسلمان ہوگئے ہیں،لہذا اگر تم سانپوں کو دیکھو تو تین دن تک انہیں آگاہ کرو،اگر تین دن کے بعد بھی نہ نکلیں تو انہیں مار ڈالو کیوں کہ وہ شیطان ہیں (یعنی یا تو کافر جن ہیں یا شریر سانپ ہیں)۔

(۳) گھروں میں رہنے والے سانپوں کو بغیر آگاہ کیے نہیں مارا جائے گا،خواہ وہ مدینہ کے گھروں میں ہوں یا دوسرے علاقوں کے۔

ان کی دلیل یہ حدیث ہے: "أن رسول الله ﷺ سئل عن حيات البيوت، فقال: "إذا رأيتم منهن

(۱) التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد: ۱۶/ ۱۷-۳۰، رقم الحديث: ۳۱.

(۲) طرح التثريب فی شرح التقريب: ۸/ ۱۲۸.

(۳) صحيح البخاري: ۳۲۹۷، (حسن) وسنن أبي داود بتحقيق زئي: ۵۲۴۸، ومسند أحمد: ۹۵۸۸، سنن أبي داود بتحقيق الألباني: ۵۲۴۸، وصحيح الترغيب والترهيب: ۲۹۸۳.

(۴) صحيح مسلم: ۲۲۳۶.

شيئا في مساكنكم، فقولوا: أنشدكن العهد الذي أخذ عليكن نوح، أنشدكن العهد الذي أخذ عليكن سليمان، أن لا تؤذونا فإن عدن فاقتلوهن" (۱) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: جب تم ان کو اپنے گھروں میں دیکھو تو ان سے کہو: میں تمہیں وہ قسم دیتا ہوں جو حضرت نوح علیہ السلام نے تمہیں دی تھی، میں تمہیں وہ قسم دیتا ہوں جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمہیں دی تھی، کہ ہمیں کسی قسم کی ایذا اور تکلیف نہ دینا، (اور کہا تھا کہ) اگر پھر بھی وہ واپس پلٹیں تو انہیں قتل کر دینا۔

استدلال: اس حدیث کے اندر عمومی طور پر گھروں کا ذکر ہے، مدینہ یا غیر مدینہ کی کوئی قید نہیں، لہذا اس کو عام رکھا جائے گا، اور گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کو بلا انذار قطعاً نہیں مارا جائے گا۔

(۴) گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کو مطلقاً قتل نہیں کیا جائے گا، نہ تو انذار (خبردار کرنے) سے پہلے اور نہ ہی انذار کے بعد۔

ان کی دلیل حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں کہتے ہیں: "أن رسول الله ﷺ نهى عن قتل الجنان التي في البيوت" (۲) ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔

استدلال: اس حدیث میں انذار کی کوئی قید نہیں، لہذا "نہی" کو عام رکھا جائے گا۔

(۵) گھروں میں پائے جانے والے سانپوں کو نہیں مارا جائے گا سوائے "ذو الطفيتين" اور "الأبتر" کے، ان دونوں کو مدینہ و غیر مدینہ ہر جگہ بلا انذار قتل کر دیا جائے گا۔

(الف) "ذو الطفيتين" وہ سانپ جس کی پیٹھ پر دو سفید دھاریاں ہوتی ہیں۔ (۳)

(ب) "الأبتر" ایسا سانپ جس کی دم نری ہی چھوٹی ہوتی ہے۔ (۴)

ان کی دلیل وہ حدیث جس میں حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "إني سمعت رسول الله ﷺ: نهى عن قتل الجنان التي تكون في البيوت، إلا الأبتر وذا الطفيتين، فإنهما اللذان يخطفان البصر، ويتتبعان ما في بطون النساء" (۵) ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ان سانپوں کے قتل سے منع فرماتے ہوئے سنا

(۱) (ضعيف) سنن أبي داود بتحقيق زئي: ۵۲۶۰، وسنن الترمذي بتحقيقه: ۱۴۸۵، وسنن أبي داود بتحقيق الألباني: ۵۲۶۰، وضعيف الجامع الصغير: ۵۱۵، وضعيف الترغيب والترهيب: ۱۷۶۹.

(۲) صحيح مسلم: ۲۲۳۳.

(۳) شرح النووي على مسلم: ۱۴/ ۲۳۰، وفتح الباري لابن حجر: ۶/۳۴۸، وشرح القسطلاني: ۵/ ۳۰۵، والتمهيد لابن عبد البر: ۱۶/ ۲۳.

(۴) نفس المصدر. (۵) صحيح مسلم: ۲۲۳۳.

ہے جو گھروں میں پائے جاتے ہیں، سوائے ''ابتر'' (وہ سانپ جس کی دم چھوٹی ہوتی ہے) اور "ذو الطفيتين" (وہ سانپ جس کی پشت پر سفید یا کالی دو دھاریاں ہوتی ہیں) کے، کیوں کہ یہ دونوں نظر کو زائل کرنے اور عورتوں کے حمل کو گرا دینے کا باعث بنتے ہیں۔

تنبیہ: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "يخطفان البصر" کا معنی یہ ہے کہ اگر ان کی نظر انسان کی نظر پر پڑ جائے تو انسان کی نظر زائد ہو جاتی ہے، کیوں کہ اللہ نے ان کی نظر میں ایسا خاصہ پیدا فرما دیا ہے۔(۱)

"يتتبعان ما في بطون النساء" کا معنی ہے: وہ دونوں حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔(۲)

اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب حاملہ عورت ان کی طرف دیکھتی ہے تو خوف کے مارے اس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔(۳)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وقد أجمع العلماء على جواز قتل حيات الصحاري صغارا كن أو كبارا أي نوع كان الحيات" (۴) ترجمہ: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحراء میں رہنے والے ہر چھوٹے بڑے سانپ کو قتل کرنا جائز ہے خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو۔

پھر آگے لکھتے ہیں: "ترتيب هذه الأحاديث كلها المذكورة في هذا الباب وتهذيبها استعمال حديث أبي لبابة والاعتماد عليه فإن فيه بيانا لنسخ قتل حيات البيوت لأن ذلك كان بعد الأمر بقتلها جملة وفيه استثناء ذي الطفيتين والأبتر فهو حديث مفسر لا إشكال فيه لمن فهم وعلم" (۵) ترجمہ: اس باب میں مذکور تمام احادیث کی ترتیب وتہذیب بایں طور پر ممکن ہے کہ حدیث ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو عمل میں لایا جائے، اور اس پر اعتماد کیا جائے، کیوں کہ اس میں گھر کے اندر رہنے والے سانپوں کو مارنے کے نسخ کا بیان ہے، وہ اس طرح کہ یہ سانپوں کو مطلقاً قتل کرنے کا حکم دیے جانے کے بعد کا معاملہ ہے، اور اس میں "ذوالطفيتين" و "أبتر" کا استثناء وارد ہے، چنانچہ یہ حدیث واضح ومفسر ہے، اس میں سمجھنے والے کے لیے کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں۔

تنبیہ: مذکورہ کلام میں نسخ کا دعوی بلا دلیل نہیں ہے، بلکہ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مطلق طور پر سانپوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر طرح کے سانپ کو قتل کرنے لگے، چنانچہ (ایک مرتبہ) حضرت ابولبابہ یا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہما نے انہیں سانپ کو تلاشتے ہوئے دیکھا تو کہا: گھر میں پائے جانے والے سانپوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا ہے۔(۶)

اس حدیث کے راوی خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، وہ اس حدیث میں وارد عموم کی وجہ سے ہر نوعیت کے سانپ

(۱) شرح النووي على مسلم: ۱۴ / ۲۳۰. (۲) صحيح مسلم بشرح فؤاد عبد الباقي: ۴ / ۱۷۵۴.
(۳) فتح الباري لابن حجر: ۶ / ۳۴۸، وشرح النووي: ۱۴ / ۲۳۰.
(۴) التمهيد لابن عبد البر: ۱۶ / ۲۸. (۵) المصدر السابق: ۱۶ / ۲۸ - ۲۹.
(۶) صحيح مسلم: ۲۲۳۳.

کو مارنے کے قائل وفاعل تھے،مگر جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ یا حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ''ذوات البیوت'' کے حکم سے آگاہ کیا،اورایسا کرنے سے منع فرمایا،تو پھروہ ایسا کرنے سے رک گئے۔(۱)

اورایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں: حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بعد میں آپ علیہ السلام نے گھر میں پائے جانے والے سانپوں کو مارنے سے منع فرمادیا تھا۔(۲)

لہٰذا اسی بنیاد پر علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے مذکورہ نسخ والی بات کہی ہے،اور یہ درست ہے۔

(۶) ہرسانپ کوقتل کیا جائے گا سوائے اس کے جوسفید چاندی کی چھڑی کی مانند ہوتا ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اقتلوا الحيات كلها، إلا الجان الأبيض، الذي كأنه قضيب فضة" (۳) ترجمہ: تمام سانپوں کوقتل کردو سوائے اس سفید سانپ کے جو چاندی کی چھڑی کی طرح ہوتا ہے۔

راجح: تمام اقوال کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر قسم کے سانپ کو بلاانذار قتل کرنا جائز ہے، سوائے ان سانپوں کے جوگھروں میں پائے جاتے ہیں،ان کوتین دن تک باخبر کیا جائے گا،اگر پھر بھی گھر سے نہ نکلیں توقتل کردیا جائے گا،البتہ ''ذوالطفیتین'' (وہ سانپ جس کی پشت پر سفید یا کالی دو دھاریاں ہوتی ہیں) اور ''ابتر'' (وہ سانپ جس کی دم انتہائی چھوٹی ہوتی ہے) اگرچہ گھر میں پائے جائیں مگر ان کو بلاانذار قتل کرنا جائز ہے۔

ترجیح کے دلائل وہ نصوص ہیں جن کا ذکر اثنائے بحث گذرا،ان میں گھریلو سانپوں کے لیے تین دن تک انذار اور ''ذوالطفیتین'' و''ابتر'' اور صحرائی تمام سانپوں کو مطلقاً قتل کرنے کا حکم ہے،ان تمام نصوص کو جمع کرنے سے یہی بات راجح قرار پاتی ہے۔

معلوم رہے کہ بیوت (گھروں) کے استثناء کا حکم اس واقعے سے اور مؤکد ہوجاتا ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک صحابی نے اپنے گھر میں موجود ایک سانپ کو نیزے میں پرولیا،اور پھر اس نیزے کو گھر میں گاڑ دیا،تبھی اس پروئے ہوئے سانپ نے ان پر پلٹ کر وار کیا،اور دونوں ہی مرگئے۔راوی کا بیان ہے کہ ہم نہیں جانتے پہلے سانپ مرا یا جوان؟ یہ قصہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا گیا تو آپ نے فرمایا: مدینہ میں رہنے والے جن مسلمان ہوگئے ہیں،لہٰذا اگر تم سانپوں کو دیکھو تو ان کو تین دن تک خبردار کرو،اگر پھر بھی نہ نکلیں تو انہیں مار ڈالو۔(۴)

☆☆☆

---

(۱) صحيح البخاري: ۵ / ۸۵ / ۴۰۱۶، وصحيح مسلم: ۴ / ۱۷۵۴ / ۲۲۳۳.

(۲) صحيح البخاري: ۴ / ۱۲۷ / ۳۲۹۸.

(۳) (ضعيف) سنن أبي داود بتحقيق زئي: ۵۲۶۱، کیوں کہ: ابراہیم النخعی رحمہ اللہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء: ۴ / ۵۲۰ / ۲۱۳، وطبقات المدلسين: ۱ / ۲۸ / ۳۵) اور مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ مدلس ہیں۔ (طبقات المدلسين: ۱ / ۴۶ / ۱۰۷، والتبيين لأسماء المدلسين: ۱ / ۵۶ / ۶۷) اور یہ روایت معنعن ہے، یہاں یہ بات بھی معلوم رہے کہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا اپنے اصحاب تابعین عن ابن مسعود سے روایت کرنا قطعاً تقویت کا باعث نہیں، کیوں کہ اصحاب مجہول ہیں، والله أعلم.

(۴) صحيح مسلم: ۲۲۳۶.

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت

کا

ایک مختصر تحقیقی جائزہ

عبدالولی عبدالقوی / داعی مکتب دعوۃ وتوعیۃ الجالیات، الحائط، سعودی عرب

فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا:

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت میں متعدد روایات وارد ہیں ہم ذیل میں ان میں سے چند کا ذکر کرتے ہیں:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"**فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام**" عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت اور کھانوں پر ہے۔ (بخاری ۳۷۷۰، مسلم ۲۴۴۶)

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: سب سے زیادہ محبت آپ کو کس سے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ سے، میں نے پوچھا اور مردوں میں؟ فرمایا: کہ اس کے باپ سے۔ (بخاری ۳۶۶۲، مسلم ۲۳۸۴)

رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی قدر ومنزلت کی وجہ سے صحابہ اپنے ہدیے بھیجنے کے لئے عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رسول اللہ ﷺ کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے۔

عروہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ آپ ﷺ کو تحفے بھیجنے میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار کیا کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سوکنیں سب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے کہا: اللہ کی قسم! لوگ اپنے تحفے جان بوجھ کر اس دن بھیجتے ہیں جس دن عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوتی ہے، ہم عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اپنے لئے بھی فائدہ چاہتی ہیں، اس لئے تم رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ جس بھی بیوی کے پاس ہوں جس کی بھی باری ہو اس گھر میں تحفے بھیج دیا کرو، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیان کی، آپ ﷺ نے کچھ بھی جواب نہ دیا، انہوں نے دوبارہ عرض کیا پھر بھی جواب نہ دیا، پھر تیسری بار عرض کیا: تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! عائشہ کے بارے میں مجھ کو نہ ستاؤ، اللہ کی قسم! تم میں سے کسی بیوی کے لحاف میں (جو میں سوتے وقت اوڑھتا ہوں) مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی ہاں (عائشہ کا مقام یہ ہے) کہ ان کے لحاف میں وحی نازل ہوتی ہے۔ (بخاری ۳۷۷۵، مسلم ۲۴۴۱، الفاظ صحیح بخاری کے ہیں)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے عائشہ! جبرئیل تم کو سلام کہہ رہے ہیں۔ (بخاری ۳۷۶۸)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی بیویوں میں سے کون جنت میں ہوں گی، آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً تم انھیں میں سے ہوگی۔ (سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ۱۳۳/۳)

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تمھیں پسند نہیں کہ تم دنیا اور آخرت میں بھی میری بیوی ہو، عائشہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں کیوں نہیں اے اللہ کے رسول' آپ ﷺ نے فرمایا: تم دنیا میں اور آخرت میں بھی میری بیوی ہو۔ (سلسلہ الاحادیث الصحیحۃ للالبانی ۵/ ۳۲۵)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ ﷺ سے شادی:

رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی ام المؤمنین خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں، رمضان سن ۱۰ نبوت میں ہجرت سے تین سال پہلے ان کا انتقال ہوگیا، اس وقت وہ ۶۵ سال کی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی عمر پچاس برس کی تھی۔

خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے لئے اللہ تعالی کی ایک گرانقدر نعمت تھیں، وہ ایک چوتھائی صدی تک آپ کی رفاقت میں رہیں، اس دوران رنج وقلق کا وقت آتا تو آپ ﷺ کے لئے تڑپ اٹھتیں، سنگین اور مشکل ترین حالات میں آپ کو قوت پہنچاتیں، تبلیغ رسالت میں آپ کی مدد کرتیں، اپنے جان ومال سے آپ کی خیر خواہی وغمگساری کرتیں، اب ایسی غمگسار بیوی کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کبیدہ خاطر رہا کرتے تھے، جاں نثاروں کو اس کی بڑی فکر ہوئی، آپ کے رضاعی بھائی عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم آپ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ دوسرا نکاح کرلیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کس سے؟ خولہ نے کہا: بیوہ اور کنواری دونوں طرح کی لڑکیاں موجود ہیں جس کو آپ پسند فرمائیں اس کے متعلق گفتگو کی جائے، فرمایا: وہ کون ہیں؟ خولہ نے کہا: بیوہ تو سودہ بنت زمعہ ہیں اور کنواری ابوبکر کی لڑکی عائشہ، ارشاد ہوا بہتر ہے تم ان کی نسبت گفتگو کرو۔

خولہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی مرضی پاکر پہلے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں، گھر پر ام رومان (عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں) موجود تھیں ان سے کہا: اللہ عزوجل نے تمہارے اوپر خیر وبرکت کی مینہ برسائی ہے، ام رومان نے پوچھا: وہ کیا؟ کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کی بیٹی عائشہ کو پیغام دینے کے لئے بھیجا ہے، ام رومان نے کہا: میری بھی آرزو یہی ہے، تھوڑا ٹھہرو یہاں تک کہ ابوبکر آجائیں، ابوبکر کے آنے پر ان سے تذکرہ کیا، وہ بولے خولہ! عائشہ تو رسول اللہ ﷺ کی بھتیجی ہے، آپ سے اس کا نکاح کیسے ہوسکتا ہے، خولہ نے آنحضرت ﷺ سے استفسار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر میرے دینی بھائی ہیں اور اس قسم کے بھائیوں کی اولاد سے نکاح جائز ہے، تب ابوبکر نے کہا: میں نے کبھی کوئی وعدہ خلافی نہیں کی ہے، ایک بار مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے جبیر سے عائشہ کی شادی سے متعلق کہا تھا مجھے ان سے دریافت کرلینا چاہیے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم بن عدی کے پاس آئے اور کہا: جبیر سے عائشہ کی شادی کے بارے میں اب آپ کیا کہتے ہیں؟ معطم نے اپنی بیوی سے پوچھا: چونکہ ابھی مطعم کا گھرانہ اسلام سے سرفراز نہیں ہوا تھا اس لئے ان کی بیوی نے کہا: اگر یہ لڑکی ہمارے گھر میں آگئی تو

ہمارا بچہ بد دین ہو جائے گا، ابوبکر نے مطعم سے کہا: تم کیا کہتے ہو؟ کہا وہی جو ام جبیر کہہ رہی ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ لوٹے اور خولہ سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ وہ آ کر نکاح کر لیں، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا عقد نکاح رسول اللہ ﷺ سے کر دیا، اس وقت عائشہ کی عمر ۶ برس تھی۔ (مسند احمد۴۲/۵۰۱، طبرانی ۲۳/۲۳، مستدرک حاکم ۲/۱۸۱ ا، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح، مسلم کی شرط پر ہے، حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، دیکھئے: فتح الباری ۷/ ۲۶۶)

احادیث میں وارد ہے کہ نکاح سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ کے سامنے کوئی چیز پیش کر رہا ہے، پوچھا: کیا ہے؟ فرشتے نے جواب دیا کہ آپ کی بیوی ہیں، آپ نے کھول کر دیکھا تو عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ (بخاری ۷۰۱۱، مسلم ۲۴۳۸)

رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہجرت سے تین سال پہلے شوال کے مہینہ میں کی، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ برس تھی اور رخصتی شوال کے مہینہ میں ہجرت کے سات ماہ بعد ہوئی، اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو برس کی تھی۔ (الاستیعاب ۴/ ۱۸۸۱، معرفة الصحابة لابن منده ۹۳۹)

جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی کی اور اس وقت میری عمر ۶ برس کی تھی اور میرے ساتھ شب زفاف منایا اس وقت میری عمر ۹ برس کی تھی۔ (بخاری ۵۱۳۳، مسلم ۱۴۲۲)

رسول اللہ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو مہر کتنا دیا اس بارے میں کوئی ایسی روایت نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپ کا مہر دیگر ازواج مطہرات سے مختلف تھا بلکہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر بھی دیگر ازواج مطہرات ہی کی طرح تھا، جیسا کہ ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ ازواج مطہرات کو رسول اللہ ﷺ نے کتنی مہر دی، تو انھوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کو مہر میں بارہ اوقیہ اور نصف اوقیہ دیا جو پانچ سو درہم ہوتا ہے۔ (مسلم ۱۴۲۶)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خبردار! عورتوں کے مہر میں غلو سے کام نہ لو، اگر یہ دنیا میں باعث عزت اور اللہ کے یہاں تقوی ہوتا، تو نبی ﷺ تم سے زیادہ اس کے حقدار ہوتے، مجھے رسول اللہ ﷺ سے متعلق کوئی ایسی خبر نہیں ملی کہ آپ ﷺ نے اپنا نکاح یا اپنی بیٹیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر پر کیا ہو۔ (ترمذی ۱۱۱۴، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح وضعیف الترمذی ۳/۱۱۴)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

ماہ شوال سن ۱۱ نبوی میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی اس وقت ان کی عمر ۶ سال کی تھی اور ہجرت کے سات ماہ بعد شوال سن ۱ ہجری میں رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو برس کی تھی۔ (تلقیح فہوم اہل الاثر لابن الجوزی ص ۲۲، الطبقات الکبری لابن سعد ۸/ ۴۸)

مہاجرین جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو مدینہ کی آب و ہوا انھیں راس نہ آئی، متعدد صحابہ بیمار پڑ گئے، انھیں میں

سے عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں سخت بخار کی وجہ سے ان کے سر کے بال گر گئے، جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے جب میرا نکاح ہوا تو میری عمر ۶ سال کی تھی پھر ہم مدینہ ہجرت کر کے آئے اور بنو حارث بن خزرج کے یہاں قیام کیا یہاں آ کر مجھے بخار چڑھا اور میرے بال جھڑ گئے، پھر (صحت یابی کے بعد) مونڈھوں تک خوب بال ہو گئے، ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی، انھوں نے مجھے پکارا تو میں آئی، مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے ساتھ ان کا کیا ارادہ ہے، آخر انھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازہ کے پاس کھڑا کر دیا، میری سانس پھول رہی تھی تھوڑی دیر میں مجھے جب کچھ سکون ہوا، تو انھوں نے تھوڑا سا پانی لے کر میرے منہ اور سر پر پھیرا، پھر مجھے گھر کے اندر لے گئیں، وہاں انصار کی چند عورتیں موجود تھیں جنھوں نے مجھے دیکھ کر دعا دی کہ خیر و برکت اور اچھا نصیب لے کر آئی ہو، میری ماں نے مجھے ان کے حوالہ کر دیا انھوں نے میری آرائش کی، اس کے بعد دن چڑھے اچانک رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے ماں نے مجھے رسول اللہ ﷺ کے حوالہ کر دیا اس وقت میری عمر نو برس کی تھی۔ (بخاری ۳۸۹۴، مسلم ۱۴۲۲)

شب زفاف کو اسماء بنت یزید اور ان کی سہیلیوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنوارا، جیسا کہ اسماء رضی اللہ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ میں نے عائشہ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے مزین کیا، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بغل میں بیٹھ گئے، آپ ﷺ کی ضیافت کے لئے دودھ کا ایک بڑا پیالہ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے تھوڑا سا دودھ پی کر عائشہ کی طرف بڑھا دیا، وہ شرمانے لگیں، میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کا عطیہ واپس نہ کرو، انھوں نے شرماتے شرماتے لے لیا اور ذرا سا پی کر رکھ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اپنی سہیلیوں کو دے دو.....۔ (مسند احمد ۴۵/ ۵۷۱، المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/ ۲۶، آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ للالبانی ص ۹۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا شادی میں ولیمہ کا حال بیان کرتی ہیں کہ میری شادی میں اونٹ اور بکریاں ذبح نہ کی گئیں، بلکہ سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ نے ایک بڑے برتن میں کھانا بھیجا جو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس عموماً بھیجا کرتے تھے۔ (مسند احمد ۶/ ۲۱۰، طبرانی ۲۳/ ۲۳، مستدرک حاکم ۲/ ۱۸۱، امام حاکم رحمہ اللہ نے کہا: یہ روایت صحیح مسلم کی شرط پر ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے: دیکھئے: فتح الباری ۷/ ۲۶۶)

شادی کے بعد عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ۸ سال پانچ ماہ رہیں، جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو ان کی عمر ۱۸ سال کی تھی۔ (دیکھئے: زواج السیدۃ عائشۃ خلیل ملا خاطر ص ۳۹، بخاری ۵۱۳۳، مسلم ۱۴۲۲)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس شادی میں نکاح، مہر، رخصتی غرضیکہ ہر رسم انتہائی سادگی کے ساتھ ادا کی گئی جس میں تکلف، آرائش اور اسراف کا نام و نشان نہ تھا، عرب کی بہت سی لغو رسموں سے دوری اختیار کی گئی۔

عرب شوال کے مہینہ میں شادی نہیں کرتے تھے، پہلے کبھی اس مہینہ میں طاعون آیا تھا اس لئے وہ ماہ شوال کو منحوس سمجھتے تھے اور اس میں شادی وغیرہ کی تقریبات انجام نہیں دیتے تھے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد ج ۸/ ۴۸، تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۳۰۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں یہ رسم بھی ٹوٹی کہ آپ کی شادی اور رخصتی دونوں ہی شوال میں ہوئی، وہ کہتی تھیں ’’میری شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئی اور بایں ہمہ شوہر کے حضور مجھ سے زیادہ خوش بخت کون تھی‘‘۔(مسلم ۱۴۲۳)

(۵)اس زواج میمون سے متعلق شبہات اوران کا ازالہ:

بعض کج فہم خصوصا اہل مغرب اس مبارک شادی پر انگشت نمائی کرتے نظر آتے ہیں کہ رسول اسلام نے اتنی کم سن لڑکی سے شادی کیوں کی، جب کہ آپ ﷺ کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔

واضح رہے کہ اس طرح کی عمر میں عالم انسانیت کی یہ کوئی پہلی شادی نہیں تھی جسے حقوق نسوانی کے نام نہاد پاسبان طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ عربوں کے یہاں اس طرح کی شادی کا رواج تھا، اسی لئے عائشہ رضی اللہ عنہا کی منگنی رسول اللہ ﷺ سے پہلے جبیر بن مطعم بن عدی سے ہو چکی تھی لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھرانہ کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے مطعم نے انکار کردیا، پھر رسول اللہ ﷺ سے شادی ہوئی، اگر اس زمانہ میں اس طرح کی شادی عیب ہوتی تو مشرکین خصوصا منافقین جو رسول اللہ ﷺ کی ہر لغزش کی تلاش میں رہتے تھے اس شادی کو ضرور اپنی نکتہ چینیوں کا نشانہ بناتے، لیکن انھوں نے کبھی بھی اس کا تذکرہ نہ کیا، یہ اس بات واضح دلیل ہے کہ اس عمر کی شادی اس زمانہ میں کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی تھی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس شادی کو لیکر نبی اسلام کو ایک شہوانی شخص قرار دینا کسی بھی حال میں درست نہیں، کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو نبی اسلام مکہ کی حسین دوشیزاؤں پر اپنی نگاہ رکھتے اور ان سے شادیاں رچاتے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے سوائے عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی بھی کنواری لڑکی سے شادی نہ کی، یہ بھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد اپنے انتخاب سے نہیں بلکہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کے مشورہ پر تھا، آپ ﷺ نے پہلی شادی خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کی جب کہ ان کی عمر چالیس برس کی تھی، پھر عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جب کہ وہ ایک عمر رسیدہ خاتون تھیں جنہوں نے بعد میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردیا تھا سودہ سے رسول اللہ کی شادی محض ایک بیوہ کے ساتھ احسان اور بھلائی پر مبنی تھی۔

نیز یہ بات بھی محل نظر رہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نو سال کی عمر میں رخصتی کوئی تعجب خیز امر نہیں، اس لئے کہ گرم علاقے کے لڑکے اور لڑکیاں قدرتی طور پر بہت کم عمر میں بالغ ہوجاتے ہیں، چوں کہ حجاز کے موسم کا بھی یہی حال ہے اس لئے وہاں کے لڑکے اور لڑکیوں کا کم عمر میں بالغ ہونا کوئی قابل تعجب امر نہیں۔

جیسا کہ مستشرق بودلی جزیرہ عربیہ کی سیاحت سے واپس لوٹنے کے بعد اپنی کتاب ’’ریح فی الصحراء‘‘ میں لکھتا ہے: ’’جس طرح عرب کی عورتیں بہت جلد پروان چڑھ جاتی تھیں اسی طرح عائشہ (رضی اللہ عنہا) بھی اپنی کم سنی کے باوجود بہت جلد پروان چڑھ گئیں اور اس عمر کی شادیاں قریب زمانہ تک ایشیا، مشرقی یورپ، اسپین اور پرتغال کے یہاں ایک عام عادت سی تھی‘‘۔ (R.V.C. Bodley,The Messenger p129) (جاری)

☆☆☆

شہرت کی بھوک

ابوطلحہ بن محمد ابراہیم سلفی

کہا جاتا ہے کہ شہرت حصول عزت کی سیڑھی ہے، شہرت ہی سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں شہرت اورعزت دوالگ الگ چیزیں ہیں۔شہرت خریدی جاتی ہے اورعزت کی بھوک نہ خریدی جاتی ہے اور نہ بیچی جاتی ہے، شہرت کی بھوک کبھی ختم نہیں ہوتی، شہرت حاصل کی جاتی ہے اورعزت حاصل ہوجاتی ہے۔شہرت دولت سے حاصل ہوتی ہے اور حقیقی عزت ایمان وتقویٰ کی دولت سے ملتی ہے۔ثروت شہرت کی سیڑھی ہےاور پرہیزگاری عزت وشرف کا زینہ ہے۔ریاء ونمود باعث گناہ ہےاور باعزت زندگی موجب ثواب ہے۔شہرت بعداز زندگی انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہےاور کچھ کام نہیں آتی جبکہ اللہ کی جانب سے عطا کی گئی عزت کا مقام بعدازمرگ اور بھی بلند ہوجاتا ہے، البتہ ایسی شہرت جوعزت کے ساتھ ملے اس میں کوئی حرج نہیں۔واضح رہے کہ عزت صرف اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے۔رب ذوالجلال کا ارشاد ہے﴿يقولون لئن رجعنا إلى المدينة ليخرجن الأعز منها الأذل. ولله العزة ولرسوله وللمؤمنين ولكن المنافقين لا يعلمون﴾(المنافقون:۸) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو باعزت لوگ ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے حالانکہ عزت تو اللہ، اس کے رسول اوراصحاب ایمان کے لئے ہے، لیکن منافقین کو معلوم نہیں۔

شہرت کے حصول کی خواہش اور دکھاوے کی للک انسان کی سرشت میں داخل ہےلیکن ایمان کی طاقت اس خواہش کو پنپنے سے روکتی ہے۔تاریخ انسانی گواہی دیتی ہے کہ دنیا نے انسانی وجود کے بعد سے اب تک سیکڑوں ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے اپنے نام کی نمائش کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کردیا اور آخرت کے بدلے دنیا کے خریدار بن کر خود کو برباد کرلیا۔یہ مصر کا بادشاہ فرعون ہے جس نے شہرت کی خاطر اوراپنی حکومت کا سکہ چلانے کے لئے ﴿أنا ربكم الأعلىٰ﴾ کا دعویٰ ٹھونکا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑائی مول لی اور غرقاب کردیا گیا، ہمیشہ ہمیش کے لئے مردود، مبغوض اور متکبر جیسے القاب اس کا مقدر بن گئے۔آج بھی اس کے جسم کی ہڈیاں مصر کے عجائب خانے سے چیخ چیخ کر اس کی مردودیت کا اعلان کر رہی ہیں اور یہ ہامان ہے جو فرعون کا مشیر خاص اور منصب وزارت پر فائز تھا، اس کی بھی شہرت اس کے لئے باعث ہلاکت ثابت ہوئی اور وہ بھی فرعون اوراس کے لشکر کے ساتھ سمندر کی لہروں تلے جا مرا۔یہ قارون ہے جس کا خزانہ مشہور ہے، جس کی کنجیوں کا ذکر قرآن میں موجود ہے، اسے اپنی شہرت، اپنی دولت اور اپنی حشمت پر بڑا ناز تھا، اس کے خزانے کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت کو بھی اٹھاتے ہوئے پسینہ آجاتا تھا، اسے بھی اس کی شہرت زمین میں دھنسنے سے روک نہ سکی اور وہ رب ذوالجلال کے حکم سے زمین میں دھنسا دیا گیا اور ہاں! شداد کو بھی نہ بھولیے! دیکھئے یہ بڑی طاقت وقوت کا مالک تھا، اس کی قوم کی مثل طاقت وقوت میں کوئی دوسری قوم اس روئے زمین میں پیدا نہیں کی گئی، یہی شداد ہے جس نے دنیا میں سرکشی کی اور

شہرت کے حصول کے لئے اپنی دولت ومنصب کا بے جا استعمال کیا، اس کی طرف حضرت ہود کو نبی بنا کر بھیجا گیا، پر اس نے ان کی ایک نہ مانی اور الٹا متکبرانہ جواب یہ دیا کہ اے ہود! جس جنت کی تم بات کرتے ہو بتاؤ وہ کیسی ہوگی؟ تب میں جانوں وہ کیا چیز ہے، جب بتایا گیا تو کہا: یہ تو میں بھی تیار کر سکتا ہوں بلکہ اس سے بھی اچھی بنوا سکتا ہوں۔ پھر اس نے بڑی مستعدی دکھائی اور وسیع وعریض جنت تیار کرائی لیکن وہ خود اس میں داخل ہوکر چند ثانیے کے لئے بھی لطف اندوز نہ ہوسکا، عین داخلے کے وقت موت نے دبوچ لیا، اپنی عارضی حیات سے ہاتھ دھو بیٹھا، اس کی شہرت ودولت دھری کی دھری رہ گئی اور اپنی بنائی ہوئی بہشت کا درشن کرنے کی حسرت دل میں لیے ہوئے رخصت ہوگیا۔

لہٰذا اخلاص سے خالی شہرت کی ڈولی سجانے والوں کو ہوش کا ناخن لینا چاہئے، دنیوی شہرت کی حرص وطمع میں لاکھوں لٹانے والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ یاد رہے! بلندی پر اڑتے پتنگ کو اپنی بلند پروازی پر کبھی اٹھلانا نہیں چاہیے، کیوں کہ اس کی ڈوری کسی اور کے ہاتھ میں ہے جو اڑانے پر قادر ہے تو اسے گرا بھی سکتا ہے۔

شہرت طلبی کا دائرہ لامحدود، اس کا میدان بڑا کشادہ ہے، کوئی دین کے ٹھیکیدار کے روپ میں چرچا میں رہنا پسند کرتا ہے، کوئی شعلہ بیاں مقرر کی شکل میں میدان میں سرگرم رہتا ہے اور کوئی قرطاس پر چلنے والے قلم کی سرسراہٹ کو شہرت کا زینہ بناتا ہے۔ الغرض ہر شخص مقابلۂ شہرت کی دوڑ میں اپنے کو صف اول میں دیکھنا چاہتا ہے حالانکہ اس مرض میں مبتلا حضرات کو بخوبی معلوم ہے یا معلوم ہونا چاہئے کہ مالک ارض وسماء کی نگاہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ ایک طویل حدیث میں اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''إن أول الناس يقضى يوم القيامة عليه رجل استشهد، فاتي به فعرفه نعمته فعرفها'' بروز قیامت سب سے پہلے جس آدمی کا فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا، اسے لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی نعمت یاد دلائے گا، جسے وہ مان لے گا، اللہ کہے گا ''فما عملت فيها'' تو نے عمل کیا کیا؟ وہ گویا ہوگا: میں تیری راہ میں لڑتا ہوا شہید ہوگیا، اللہ کہے گا ''كذبت'' تو جھوٹا ہے، تو نے قتال اس لئے کیا تھا تاکہ تو جری وبہادر کہا جائے اور وہ کہا بھی گیا، پھر اس کو جہنم میں ڈال دینے کا حکم ہوگا ''فسحب على وجهه حتى القي فى النار'' پس اسے چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ''ورجل تعلم القرآن وعلمه وقرأ القرآن'' اور دوسرا آدمی وہ ہوگا جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی، اسے سکھلایا اور خود پڑھا، اسے بھی اللہ تعالیٰ اپنی نعمت یاد دلائے گا، اسے بھی یاد آئے گی تو اللہ کہے گا، اس کا استعمال کیسے کیا؟ وہ کہے گا ''تعلمت العلم وعلمته وقرأت فيك القرآن'' میں نے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا، اللہ کہے گا ''كذبت'' تو جھوٹ کہتا ہے ''ولكنك تعلمت العلم ليقال عالم، وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل'' تو نے علم تو اس لئے سیکھا سکھایا اور قرآن پڑھا تاکہ تجھے عالم وقاری پکارا جائے اور ایسا ہی ہوا تجھے عالم وقاری کہا (بھی) گیا، پھر اس کے بارے میں حکم صادر ہوگا اور اسے بھی چہرے کے بل جہنم میں ڈال دیا جائے گا، تیسرا وہ شخص ہوگا ''وسع الله عليه وأعطاه من أصناف المال كله'' جس کو دنیا کی ہر طرح کی آسائش عطا

کی اور خوب مال ومنال سے نوازا، اسے بھی لایا جائے گا اور اللہ اسے اپنی نعمت یاد دلائے گا، وہ اعتراف کرے گا تو اللہ پوچھے گا ،تونے کیا کیا؟ وہ کہے گا’’ما ترکت من سبیل تحب أن ینفق فیها إلا أنفقت فیها لك‘‘ تیری ہر پسندیدہ راہ میں میں نے خرچ کیا، اللہ کہے گا تو جھوٹ بولتا ہے’’ ولکنك فعلت لیقال هو جواد، فقد قیل ‘‘ارے تو نے تو فقط سخی کہلانے کے واسطے ایسا کیا تھا، وہ کہا جاچکا، پھراس کے بارے میں بھی حکم ہوگا اور اسے بھی منہ کے بل جہنم کے حوالے کردیا جائے گا۔(مسلم:الامارۃ،ح۴۹۲۳،باب من قاتل للریاء والسمعة استحق النار)

مذکورہ حدیث میں ہراس شخص کواپنے گریبان میں جھانکنے کی دعوت دی گئی ہے جس کواللہ نے علم کی دولت سے مالا مال کیا اوراسے پھیلانے اورسکھلانے کا بھرپور موقع بھی فراہم کیا،کہیں اس کے دل میں بھی شہرت کی چنگاری اور ریاء ونمود کا شرارہ انگڑائی تونہیں لے رہا،اور ہراسے شخص کو بیدار کیا گیا ہے جسے دولت ملی اور وہ صاحب ثروت ٹھہرا،اوراس نے اللہ کی راہ میں خرچ بھی کیا،مساکین کی مدد کی،غریبوں کوکھانا کھلایا،یتیموں کی دیکھ بھال میں حصہ لیا،بیواؤں کا سہارا بنااور نہ جانے کتنے اچھے اچھے مصارف میں اپنے مال کولگایا،اگراس کے دل کے کسی گوشے میں بھی شہرت ونام وری کی تڑپ باقی ہوتو فوراً اسے جھٹک دے اوراپنے وجوداور مال ودولت کے ڈھیروں کوتقویٰ وپرہیزگاری کی چادر سے ڈھانپ دے، یقیناً اللہ تعالیٰ بھی اس پراپنی رحمتوں کی چادرتان دے گا۔

شہرت کے حصول کی چاہت کادروازہ خصوصاً عبادات کے معاملات میں مقفل ہونا چاہئے،اگرکوئی نماز کی پابندی کر رہا ہےتواس کا یہ پسندیدہ عمل صرف اللہ کی رضاجوئی اور جنت کے حصول کی نیت سے ہو،اگراس سے شہرت مطلوب ہوئی اور لوگوں کودکھلانا مقصود ہواتو یہ عبادت وبندگی بے کارہوگی اوراللہ کی نگاہ میں کچھ وقعت نہ رہے گی۔اگر رمضان میں کوئی شخص صبح سے شام تک کھانا پینا ترک کرتا ہےاوراس کے دل میں اللہ کی خوشنودی اورنیکی کے حصول کے علاوہ کوئی دوسرا خیال درآتا ہے، تونہ وہ روزہ دار کہلائے گااورنہ ہی اس کے روزے بروز قیامت سفارشی بن کرحاضر ہوں گے۔اسی طرح حج،زکاۃ وغیرہ اور جملہ عبادات بھی خلوص وللّٰہیت سے پراورشہرت طلبی سے آزاد ہوں تبھی یہ اعمال قابل قبول ہوں گے ورنہ ناقابل قبول۔

آج انٹرنٹ کادور ہے،اطراف عالم میں سوشل میڈیا کا شور ہے،کہیں مذہب بیزاری ہے کہیں مذہب بازاری ہے، دین کی تجارت عروج پراور باقی تجارت کھائی میں،دل کی بات من میں مرجاتی ہےاورمن کی بات عام ہورہی ہے،ہرکسی کو دوسروں کی پڑی ہے،کوئی اپنے گریبان میں نہیں جھانکتا،کوئی اپنے تعارف کا وسیلہ فیس بک کو بناتا ہےکوئی وہاٹس ایپ پرمرتا ہے،شہرت سب کی منزل ہےراستہ الگ الگ،ایک شخص حج پرروانہ ہورہاہے،پرچارزوروں پر ہے،دعوت اڑائی جارہی ہے، پھولوں کے ہاروں سے گردن بوجھل ہورہی ہے،گھر سے بیت اللہ کے سفرکا ہر دل کش منظرکیمروں میں قید کیاجارہاہے،یہ حجر اسودکوچومتے وقت کی تصویر ہے،یہ صفامروہ پرمانگی گئی دعاؤں کی کیفیت ہے،یہ غارثور میں لیٹنے کی حالت ہے،اور یہ دیکھئے یہ میں ہی ہوں جوخانۂ کعبہ کاپردہ پکڑے ہوئے رورہاہوں،اوروہ دیکھوکعبہ کےاندرجانے کی کوشش میں سب مصروف ہیں میں

بھی تھا، پرنا کام ہوگیا، افسوس ساری آرزوئیں پوری ہوگئیں اور یہ رہ گئی، الغرض شہرت اور دکھاوا ایسی پاکیزہ عبادت کو بھی نہیں چھوڑتا اور پوری طرح شکنجہ کس لیتا ہے، اللہ بچائے ایسی عبادت سے جو گناہ معاف نہ کرواسکے اور محفوظ رکھے ایسی شہرت سے جو عبادت کو قبول نہ ہونے دے۔

حقیقت یہ ہے کہ شہرت طلبی ایک نشہ ہے جو شخص بھی اس کا شکار ہوا وہ جنونی ہوگیا، بلکہ جنون کی آخری حد تک پار کرگیا اور تقریباً ہر باشعور وہوش مند کو یہ معلوم ہے کہ غلط افکار وخیالات کے فروغ میں جنونی ہونا سب سے بڑی بھول اور نقصان دہ ہے۔ اپنے آپ کے لئے بھی، امت کے لئے بھی، اپنوں کے لئے بھی بیگانوں کے لئے بھی، امیروں کے لئے بھی، غریبوں کے لئے بھی، اسی لئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے محض شہرت کی بھوک مٹانے اور ہوس کی تکمیل کے لئے حکومت طلبی پر قدغن لگادیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ سے فرمایا کہ امارت کا سوال مت کرنا، کیوں کہ اگر سوال کرنے پر تجھے مل گئی تو تم اس کے سپرد کردیئے جاؤ گے اور اگر طلب کئے بغیر ملی تو تیری مدد کی جائے گی۔(مسلم)

معاذ اللہ! صحابہ میں کسی کے بارے میں بھی دنیاوی حرص وطمع اور شہرت طلبی کی خاطر امارت طلبی کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا، تب بھی نبی نے خود طلبی پر روک لگادی تو پھر آپ کے اس حکم میں ہما شما تو بدرجہ اولیٰ داخل ہیں۔

شہرت طلبی کی حقیقت کو سمجھیں اور ایسا ظرف ہی اپنے ذہن سے نکال دیں جسے شہرت کی بھوک ستاتی ہو، کیوں کہ یہ بھوک ایک بار لگنے کے بعد کبھی زائل نہیں ہوتی ہے، اور مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتی ہے، ویسے بھی شہرت کی آڑ میں کسی بلندی پر پہنچ کر بھی آدمی کو سکون نہیں ہوتا ہے کیوں کہ جس ڈال پر وہ بیٹھا ہوتا ہے اس کے شجر کی بنیاد کچی ہوا کرتی ہے، کیا ہی خواب کہا ہے بشیر بدر نے:

شہرت کی بلندی پل بھر کا تماشہ ہے
جس ڈال پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے

اس موضوع پر خامہ فرسائی کا مقصد محض یہ بتلانا ہے کہ تشہیر کے بغیر بھی اچھے کام کیے جاسکتے ہیں۔ آج بھی اللہ کی اس وسیع وعریض زمین پر بے شمار لوگ ایسے ہیں جن کا ہر ہر قدم صرف اللہ کی رضا جوئی کی خاطر اٹھتا ہے، جن کا خرچ انفاق فی سبیل اللہ ہوتا ہے، جن کی عبادات شہرت سے خالی ہوتی ہیں، جن کے معمولات زندگی اسوۂ رسول پر انجام پاتے ہیں، گویا وہ ایسی آنت ہی نہیں رکھتے جو اپنی بھوک وپیاس شہرت کی غذا سے بجھاتی ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسانوں کو شہرت طلبی جیسی بیماری سے محفوظ رکھے، آمین۔

☆☆☆

جنگ آزادی اور علمائے صادق پور

ابوصالح دل محمد سلفی/استاذ جامعہ سلفیہ

انیسویں صدی کا عہد وسطی تاریخ ہند کا سیاہ دور رہا ہے، یہی وہ پرخطر و پرآشوب زمانہ ہے جس میں انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ اور ظالمانہ حکومت ہندوستان میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی طرف گامزن تھی اور سلطنت مغلیہ اپنا دم توڑ رہی تھی اور بڑی تیزی سے مائل بہ زوال تھی۔

۱۶۰۰ء میں انگریز ہندوستان میں تاجر اور سوداگر کی حیثیت سے ایک منظم سازش کے تحت آئے اور یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کے نام سے ان کی کوٹھیاں بنیں، ان دنوں سلطنت مغلیہ مستحکم تھی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انگریز، سلطنت مغلیہ کے مسلم حکمراں کا شکریہ ادا کرتے، ان کی عزت واحترام کرتے، ان کی وسعت قلبی وحسن معاملگی اور اچھے برتاؤ کا گن گاتے اور ملک ہندوستان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے، ملکی تعمیر وترقی میں مغلیہ سلطنت کا ساتھ دیتے اور اس کے خلاف کوئی کام ہرگز نہ کرتے۔ لیکن بدطینت انگریزوں کا برا ہو کہ انہوں نے بھارت کے مسلم حکمراں کے ساتھ غداری وبے وفائی کی، سازش ودسیسہ کاری کی، ہندوستانیوں کے خلاف شاطرانہ چال اور دجل وفریب سے کام لیا اور خفیہ پلاننگ کے تحت تجارت وبیوپار کی آڑ میں بڑی عیاری سے ہند واہل ہند کا جائزہ لیا، ان کی کمزوریوں کو نوٹ کیا اور سلطنت مغلیہ کی شرافت وخیرخواہی اور انگریزوں کے منافقانہ چال سے ان کی لاعلمی وبے توجہی اور ہندی قوم کی سادہ لوحی وفراخ دلی کا غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے آہستہ آہستہ سرزمین ہندوستان پر اپنا قبضہ جمانا شروع کردیا، اور بالآخر مغلیہ سلطنت کو بے اثر کرکے پورے ملک میں اپنی حکومت قائم کردی اور ہندوستانیوں کو محکومی وغلامی کے طوقوں اور جبر واستبداد کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور دنیا کی تاریخ نے وہ ناگفتہ بہ حالات اور المناک دور بھی دیکھا کہ ہندوستان کے آزاد باشندے خود اپنے ملک میں محکومی ومظلومی کی زندگی گزارنے لگے۔

انگریزی تسلط سے ہندوستان کو پاک کرنے اور آزادی حاصل کرنے کے لئے ملک بھر میں بلاتفریق مذہب وملت تمام ہندوستانیوں نے غاصب انگریزوں کی مخالفت ومزاحمت کی اور ان سے برسرپیکار ہوئے اور حصول آزادی تک تن من دھن کی قربانی دیتے رہے اور افق ہند پر آفتاب حریت طلوع ہوا تو دم اور سکون کی سانس لی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنگ آزادی میں تمام ہندوستانیوں نے حصہ لیا۔ لیکن یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ انگریزوں نے چونکہ ہندوستان کو مسلمانوں سے چھینا تھا اور یہاں سے مسلمانوں کی حکومت کو دجل وفریب اور جبر واستبداد کے ذریعہ ختم کیا اور اپنی حکومت قائم کی تھی اس لئے فطری طور پر انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مسلمان بھڑکے، اٹھ کھڑے ہوئے اور ملک کو آزاد کرنے کے لئے برٹش گورنمنٹ کے خلاف پورے دیش میں جنگ آزادی کی فضا قائم کی اور برادران وطن کو اس پر آمادہ کیا۔

خون دے دے کے نکھاریں گے رخ برگ بار   ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے

اس تاریخی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے جنگ آزادی کے اسباب ووجوہات، سیاق وسباق، اس میں پیش آمدہ

حادثات وواقعات اوراس میں انجام دی گئی جدوجہد،محنت ومشقت اورتگ ودوکو بہ نظرانصاف مطالعہ کرنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ حریت وآزادی کے حصول کے لئے جو جانی ومالی قربانیاں دی گئی ہیں ان میں مسلمانوں کا حصہ نسبتاً کافی زیادہ ہے، تحریک آزادی کے ہرموڑ پرمسلمان پیش پیش رہے ہیں بلکہ برٹش گورنمنٹ کے خلاف سب سے پہلے علماءاسلام نےفتوی دیا، آوازاٹھائی اورعلم بغاوت بلند کیا۔یہی وجہ ہے کہ آزادی کی اس لڑائی میں ظالم انگریزوں کے ہاتھوں جانی ومالی نقصان سب سے زیادہ مسلمانوں کوہوا،ان کوزیادہ تعداد میں پھانسی وقتل کی سزادی گئی،زیادہ مقدار میں ان کی جائداد وملکیت ضائع کی گئی اور کافی مساجد ومدارس بربادی کی نذر ہوئے۔

اگرحقائق کاانکار نہ کیاجائے اورعدل وانصاف کے دائرے میں رہ کرتاریخ آزادی کا تجزیاتی مطالعہ کیاجائے توہرکوئی اس راز پنہاں اورسازشوں کے شکاراس مظلوم ومخفی حقیقت کااعتراف کرنے پرمجبور ہوجائے گا کہ جنگ آزادی میں جماعت اہل حدیث اورعلماء اہل حدیث کے کارنامے وجانفشانیاں اورقربانیاں سب سے زیادہ ہیں۔علماءصادق پور پٹنہ رحمہم اللہ تعالی جوکہ اہل حدیث تھے،ملک کوانگریزوں کے پنجۂ استبداد سے نکالنے،یہاں سےان کوبھگانےاوربھارت باسیوں کوطوق غلامی سے آزادکرنے کے لئے جوقربانیاں انہوں نے پیش کی ہیں ان کااپنےوغیرسبھی کواعتراف ہے،یہ الگ بات ہے کہ ملکی وغیرملکی پیمانہ پرمتعصّبانہ وغیرمنصفانہ دورسازش میں منظّم طورپراس حقیقت کوپردۂ خفامیں رکھنےکی ناپاک کوشش کی جارہی ہےتاکہ جدید نسل کواس حقیقت سے بےخبروناواقف رکھاجائےاورآزادی کاسہراان کے سرپرہو۔

تاریخ گواہ ہے کہ ملک کی حمایت وحفاظت میں علماءاہل حدیث کے جوش بغاوت وجذبۂ مخالفت اوران کے خون کی حرارت کوانگریزوں نے دیکھا توانہیں اپنے کئے پرشدیدخطرہ محسوس ہوااورانہوں نے بھانپ لیا کہ ملک کی سچی محبت رکھنے والے حق پرگامزن علماءاہل حدیث سے سمجھوتہ یاان کواپنے فیورمیں کئے بغیر برٹش حکومت کاہندوستان میں ٹکنا ناممکن ومحال ہو جائےگا۔چنانچہ انگریزوں نے اہل حدیثوں کولالچ کےطورپرکچھ آفرپیش کش بھی کی لیکن علماءاہل حدیث نےاس کومحض ملک کی خاطرقبول نہ کیااوراسے پائےحقارت سےٹھکرادیا۔ڈاکٹرقیام الدین رقمطراز ہیں:’’اس زمانہ میں انگریزحکام نے ایک چٹھی تمام وہابیوں(اہل حدیثوں)کوخطاب کرکےلکھی جس میں پیش کش کی گئی کہ ان سب کومعافی مل سکتی ہےاوران سب لوگوں کوجو اطاعت قبول کرلیں گے......لیکن وہابیوں نے یہ پیش کش پائےحقارت سےٹھکرادی۔‘‘(ہندوستان میں وہابی تحریک)

جب انگریزاہل حدیثوں کواپنے ہم خیال وہم مزاج اورخاموش کرانے میں ناکام ونامراداورمایوس ہوگئےتوانگریزحکام اہل حدیثوں کےخلاف آگ بگولہ ہوگئےاوران پرظلم وزیادتی حدسےزیادہ کرنےلگےاورجبرواستبداد کےجتنےطریقےان سے ممکن تھےانہوں نےاپنایا۔وقت کےایک امیرالمجاہدین مولانایحییٰ علی صادق پوری رحمہ اللہ کوگرفتارکرکےجس کوٹھری میں رکھاگیا تھااس کارقبہ چارضرب پانچ فٹ تھا،دیوارمیں بہت بلندی پرایک چھوٹاساسوراخ تھااورکوٹھری کادروازہ چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک بارکھلتاتھا۔لیکن انہوں نےنہ لالچ کوقبول کرکےحق کاساتھ چھوڑانہ مصائب سےگھبراکرراہ حق سےہٹناپسندکیا۔ولیم ہنٹر جس نے’’ہمارےہندوستانی بھائی‘‘نامی کتاب لکھی ہے،کہتاہےکہ وہابیوں نےکبھی(ہم انگریزوں سے)وفاداری کااظہارکیا اورنہ ہم سےکوئی رعایت مانگی،جیل میں مولانایحییٰ علی رحمہ اللہ سےگرمیوں میں دوپہرمیں رہٹ چلانےکی مشقت لی جاتی تھی

جس کے باعث پیشاب میں خون آنا شروع ہوگیا اور رفتہ رفتہ موت آ گئی۔ (برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے ، ص:۳۲)

یہاں پر اس افسوس ناک پہلو کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ جس وقت اہل حدیث حضرات ہندوستانیوں کو محکومیت ومظلومیت سے نجات دلانے کے لئے حریت وآزادی کے جذبۂ صادق سے سرشار ہو کر انگریزوں سے نبرد آزما تھے اور اپنی جان ہتھیلیوں میں رکھ کر برسر پیکار تھے اور ہدف حریت کو حاصل کرنے کے لئے تن من دھن کو داؤ پر لگائے ہوئے تھے، عین اس گھڑی میں بعض ناسمجھ برادران وطن اور چند مقلدین ومتصوفین حضرات ان کے خلاف انگریزوں کا تعاون حاصل کر رہے تھے اور اہل حدیثوں کے خلاف ان کے کان بھرتے تھے اور اس طرح سے انگریزوں کی حاشیہ برداری اور تملق وچاپلوسی کر کے اپنی تجوری بھرتے تھے۔ ڈاکٹر ابو نعیم ''برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے'' نامی کتاب کے صفحہ ۳۱-۳۰ میں فرماتے ہیں: ''احناف اور ہندو، وہابیوں (اہل حدیثوں) کی نشان دہی کرتے تھے، انگریز ان پر مقدمہ قائم کر کے لاتے، پھر مخبر گواہیاں دے کر الزامات ثابت کرتے اور جج انہیں پھانسی یا کم از کم کالا پانی کی سزا سنا دیتے اور جائداد کی ضبطی ایک قسم کا معمول بن گئی تھی، اسی طرح ......وہابیوں پر (انگریزوں کے خلاف) بغاوت کے مقدمات کا ایک سلسلہ شروع ہوا، جن لوگوں پر وہابیت (اہل حدیثیت) کا شبہ ہوتا ان کی پکڑ دھکڑ اور جستجو شروع ہوگئی، مشتبہ وہابیوں کی نشان دہی (برادران وطن اور مقلدین ومتصوفین کے لئے) ایک زرخیز مشغلہ بن گئی۔''

واضح رہے کہ مقدمات میں لوگوں کی جائداد ضبط کرنا ایک معمول بن چکا تھا، بے شمار لوگ اس زد میں آئے اور بڑے بڑے خوش حال گھرانے گردش افلاک کی نذر ہوگئے، صادق پوری وہابیوں (اہل حدیثوں) کی جائدادِ غیر منقولہ کی فروخت سے حکومت نے جو خطیر رقمیں فراہم کیں اور جسے وہابی فنڈ کہا گیا اس کی تاریخ بھی دلچسپ ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کی جائداد کی فروخت سے ۰۰-۱۲۱۹۴۸ روپئے پٹنہ میونسپلٹی کو اس جگہ پر جہاں وہابیوں کے آبائی مکانات بنے ہوئے تھے ایک بازار کی تعمیر کے لئے دیئے گئے۔ تخمینہ کیا گیا کہ ان دکانوں سے سالانہ تین ہزار روپیہ وصول ہوگا مزید تین ہزار کی رقم پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن سے پٹنہ گھاٹ اسٹیشن تک ایک سڑک کی تعمیر پر صرف کی گئی۔ مزید تیس ہزار روپئے پٹنہ کالج کی عمارتوں کی توسیع وتجدید کے کاموں پر صرف ہوئے، ان میں ایک لکچر روم، ایک لیبارٹی، بڑا ازینہ، میوزیم وغیرہ کی تعمیر شامل ہے۔ (ہندوستان میں وہابی تحریک، ص:۲۹۵)

یاد رہے کہ یہ ایک خاندان کی جائداد کا حال ہے اور قیمتیں آج سے ایک سو پچاس سال پہلے کی ہیں جب برطانیہ میں پانچ پاؤنڈ میں ایک فلیٹ مل جاتا ہوگا۔ ۱۸۶۰ء کے عشرے میں وہابیوں پر چلنے والے مقدمات کا سلسلہ جاری رہتا تو انیسویں صدی کے اختتام سے پہلے پہلے ہندوستان سے وہابی (اہل حدیث) ختم ہو جاتے، وہابیوں کے مخالف یہی چاہتے تھے کہ وہابی لڑتے رہیں اور انگریزوں کے ہاتھوں میدان جنگ یا عدالتوں میں مرتے رہیں یعنی اسی ڈگر پر چلتے رہیں جس کی پہلی منزل مالاکوٹ تھی اور چلتے چلتے اپنی جماعت ختم کرالیں، ان کے مرد جنگ کا ایندھن بن جائیں یا کالا پانی کے باشندے بن جائیں، ان کی جائداد ضبط ہو جائیں، ان کے بچوں کا روزگار چھن جائے اور ان کی عورتیں اور بچے فقیروں کی طرح دربدر ذلیل وخوار ہوتے پھریں۔ (برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے ، ص ۳۴-۳۳)

معزز قارئین کے علم میں یہ بات لاتا چلوں کہ یہ انمٹ نقوش اور تاریخی حقائق جن کا اعتراف اپنے وغیر سبھوں نے کیا ہے، جنگ آزادی میں اہل حدیثوں کے کلیدی کردار کو تسلیم کرتے ہوئے ولیم وِس ہنٹر (W.W HUNTER) رقمطراز

ہیں: ''مذہبی دیوانوں کا مقصد فوت ہوتا نظر آرہا تھا مگر پٹنہ (صادق پور) کے خلیفاؤں (اہل حدیثوں) کے دینی جوش اور ان کے قبضہ میں کثیر وسائل کی دستیابی نے مقدس جھنڈا کو دوبارہ زمین پر کھڑا کر دیا، انہوں نے ہندوستان کو اپنے کارناموں سے بھر دیا۔'' (ہمارے ہندوستانی بھائی، ۵۰-۴۹)

پنڈت جواہر لال نہرو نے اس حقیقت کا اعتراف بایں الفاظ کیا ہے: ''اگر ہمارے ملک کے حریت پسندوں کے وطن کی آزادی کی خدمات ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں صرف علماء صادق پور (علماء اہل حدیث) کی خدمات، ڈال دی جائیں تو صادق پوری علماء کا پلڑا بھاری ہو جائے گا،،۔ (تحریک آزادی اور علماء اہل حدیث)

مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ نے اس حقیقت کا اعتراف اس طرح کیا ہے: ''اگر جانثاری، ایثار و قربانی اور ہمت و جواں مردی کے وہ سارے کارنامے جو اس ملک کے جہاد، حریت اور قومی آزادی کی تاریخ سے متعلق ہے ایک پلڑا میں رکھے جائیں اور اہل صادق پور (اہل حدیث) کے کارنامے اور قربانیاں ایک پلڑا میں تو آخر الذکر پلڑا نمایاں طور پر بھاری ہوگا۔'' (جب ایمان کی بہار آئی، ص:۲۵۶)

مذکورہ تاریخی شواہد و دلائل کے باوجود دور حاضر میں علماء اہل حدیث خصوصاً علماء صادق پور پٹنہ رحمہم اللہ کے کارناموں وخدمات اور قربانیوں کو نظر انداز کر دینا، ذکر نہ کرنا اور طاق نسیان کی زینت بنا دینا انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ ڈاکٹر محمد ارشد فہیم مدنی حفظہ اللہ نے اس پر جومنی بر حقیقت بات کہی ہے وہ ملاحظہ ہو: ''۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے ۱۹۴۷ء کے حصول آزادی تک تقریباً اس ایک صدی کے جدو جہد میں علماء اہل حدیث بالخصوص خاندان صادق پور نے بہت نمایاں کردار ادا کیا ہے، اس راہ میں بے مثال قربانیاں پیش کیں، جان و مال کو داؤ پر لگا دیا، مقدمات کے جھمیلوں سے دوچار ہوئے بالآخر جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنی جانیں دے دیں۔ لیکن برا ہو تعصب و تنگ نظری کا اور لعنت ہو قلمکاروں پر جو سب کچھ جانتے ہوئے، سمجھتے ہوئے بھی آزادی کی تاریخ سے ان صفحات کو کاٹ کر الگ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، اس طرح کی سب سے پہلی کوشش ایک انگریز مورخ ٹیلر کے ذریعہ کی گئی جس نے علماء صادق پور کو ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں شامل نہ ہونے کی بات کہی۔ ڈاکٹر قیام الدین نے اپنی کتاب ''ہندوستان میں وہابی تحریک'' کے اندر ٹیلر کی اس غلط بیانی اور دروغ گوئی کو دلائل وشواہد کی روشنی میں واضح کیا ہے، ان صفحات میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اس لئے قارئین یہ پوری حقیقت مذکورہ کتاب میں پڑھ سکتے ہیں۔

تاریخ کو مسخ کرنے کی یہی کوشش آج بھی جاری ہے، حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر آزادی کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں اور اکثر اس موضوع پر کانفرنسیں اور سمینار یں کی جاتی ہیں لیکن عجیب معاملہ یہ ہے کہ اکثر مورخین، مقررین اور مقالہ نگار حضرات علماء اہل حدیث اور علماء صادق پور کے ان کارناموں کو یا تو نظر انداز کر دیتے ہیں یا سرسری طور پر اس سے گزر جاتے ہیں جیسے ان کی کوئی اہمیت نہ ہو، تاریخ نویسی کے نام پر تاریخ سازی کی اس گھناؤنی حرکت سے ان بزرگوں کے اجر وثواب میں تو کوئی کمی نہ ہوگی جنہوں نے خلوص کے ساتھ اپنے ملک کی آزادی کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دیا لیکن آنے والی نسل اس محرف تاریخ سے دھوکہ میں پڑ سکتی ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے ملک کے انصاف پسند قلمکار اور حقیقت پسند مورخین تاریخ کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے شر پسند افراد کو روکیں اور ان کی دروغ گوئی کا پردہ چاک کریں۔ (ماہنامہ مجلّہ ''طوبیٰ'' اگست ۲۰۰۷ء) ☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

حج کی ادائیگی آسان بنانے کے لیے مکہ میں عام شہریوں کے داخلے پر پابندی:

سعودی عرب نے حج کی ادائیگی آسان بنانے کے لیے مکہ مکرمہ میں عام شہریوں کے داخلے پر پابندی لگادی ہے۔سعودی حکام کا کہنا ہے کہ ملک کے دیگر حصوں میں رہنے والے شہریوں پر مکہ مکرمہ میں داخلے پر پابندی عائد کی گئی ہے، تاہم مکہ مکرمہ کے شہری ملازمین اور پرمٹ رکھنے والے عازمین شہر میں داخل ہوسکیں گے۔اس اقدام کا اصل مقصد عازمین کومزید سہولیات فراہم کرنا ہے۔اس سلسلے میں سعودی سنٹرل حج کمیٹی کا اجلاس بھی منعقد ہوا جس میں انتظامات کے تعلق سے تفصیلی تبادلۂ خیال کیا گیا۔امسال ہندوستان سے ایک لاکھ چھتیس ہزار بیس عازمین حج کی سعادت حاصل کرنے سعودی عرب جائیں گے۔

حج کے موقع پرسیکورٹی اور عازمین حج کی حفاظت کویقینی بنانے کے لیے سات ہزار سے زائد اہل کاروں کی خدمات حاصل کی جائیں گی، جس میں نجی کمپنیوں کے ایجنٹ بھی شامل ہیں۔سعودی عرب کے تمام حج ٹرمینلز کو۴راگست سے ۵رستمبر تک عازمین حج کی آمداور ۱۷رستمبر سے ۱۶را کتوبر تک ان کی اپنے وطن کو روانگی کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ (اردو ٹائمز آن لائن)

۱۸۰ زبانوں میں ترجمہ قرآن کی اشاعت:

ایک خبر کے مطابق ترکی حکومت کے زیرانتظام مذہبی اوقاف کے ادارے نے قرآن مجید کی طباعت واشاعت کے حوالے سے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ آئندہ چند سالوں میں ادارے کی جانب سے دنیا کی معروف ۱۸۰ زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ شائع کیا جائے گا۔اور پورے اہتمام کے ساتھ ان تراجم کے ساتھ قرآن مجید کی اشاعت کی جائے گی۔ادارے کا کہنا ہے کہ ۱۸۰ زبانوں کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کہ ساری دنیا میں صرف اتنی ہی زبانیں ہیں، جوسرکاری طور پر بولی اور لکھی جاتی ہیں۔ہمارا مقصد اللہ تعالی کے اس آخری پیغام کوساری دنیا تک پہنچا کر اپنی ذمہ داری پوری کرنا ہے۔

فی الوقت اس ادارے کے تحت دنیا کی مختلف دس زبانوں میں تراجم قرآن کی اشاعت ہورہی ہے جن میں انگریزی، فرانسیسی، روسی، اسپینی، قزغیزی، بلغاری، قازانی اور بوسانوی شامل ہیں۔ (صراط مستقیم برمنگھم ۷؍۲۰۱۶ء)

یورپ کے عظیم اسلامی مرکز کی تعمیر:

قطر الخیریۃ فاؤنڈیشن قطر نے حال ہی میں فرانس کے مشرقی شمال کے شہر میلاز میں زیر تعمیر مرکز النور کے ۵۵ فیصد اخراجات کی ذمہ داری لے لی ہے۔

واضح رہے کہ یہ وسیع وعریض اسلامی مرکز کی تعمیر مکمل ہونے پر یورپ کا سب سے عظیم اسلامی مرکز کہلائے گا، جس کی تعمیر پر ۲۷ ملین یورو لاگت آرہی ہے۔اس مرکز کا محل وقوع اس اعتبار سے قابل ذکر ہے کہ جس شہر میں یہ مرکز واقع ہے اس شہر سے فرانس، سوئٹزرلینڈ اور جرمنی تینوں کی سرحدیں ملتی ہیں، اس مرکز کو ۴۶ ہزار مربع میٹر زمین پر تعمیر کیا جارہا ہے، جوتقریباً ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں کی دینی وشرعی ضروریات کی تکمیل کرے گا، اس مرکز میں وسیع وعریض مسجد کے علاوہ ہمہ وقتی دینی مدرسہ، انسٹی ٹیوٹ برائے عربی زبان، معہد القرآن الکریم شامل ہوں گے۔

امید کہ یہ عظیم منصوبہ آئندہ دوسال میں پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ (صراط مستقیم، برمنگھم ۷؍۲۰۱۶) ☆☆

اخبار جامعہ

انجمن ''ندوۃ الطلبہ'' کے اراکین کا انتخاب جدید:

جامعہ سلفیہ بنارس میں ایک فعال وسرگرم تنظیم ''ندوۃ الطلبہ'' کے نام سے قائم ہے، جس کے تحت طلبہ تقریر وتحریر کی مشق کرتے ہیں۔ ہر سال کے شروع میں ندوۃ الطلبہ کے اراکین کا انتخاب جدید عمل میں آتا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک مجلس ۲۸/جولائی ۲۰۱۶ء مطابق ۲۲/شوال ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات جامعہ کی پرشکوہ وعالیشان مسجد میں بعد نماز عشاء فضیلۃ الشیخ محمد یونس مدنی حفظہ اللہ شیخ الجامعہ کی صدارت اور دیگر اساتذہ کرام حفظہم اللہ کی موجودگی میں منعقد ہوئی، جس میں سال رواں کے لیے انجمن ندوۃ الطلبہ کے جدید اراکین کا انتخاب عمل میں آیا، جو حسب ذیل ہے:

(۱) صدر: عبداللہ زبیر (فضیلت سال سوم) نائب صدر: عبدالالہ رضوان محمد رضوان (فضیلت سال سوم)

(۲) ناظم: محمد عارف قسیم الدین (فضیلت سال دوم) نائب ناظم: محمد غفران عبیداللہ (فضیلت سال دوم)

(۳) مدیر مجلّہ ''المنار'': خبیب حسن فضل حق (فضیلت سال دوم نائب مدیر: اسداللہ ابوطالب (کلیۃ الحدیث سال اول)

(۴) أمین لجنۃ الثقافۃ: فیضان کیفی شہنواز احمد کیفی (فضیلت سال دوم) نائب: دانش جمال اشتیاق احمد (فضیلت سال دوم)

(۵) محاسب: محمد کوثر عبدالستار (فضیلت سال سوم) خازن: محمد عبداللہ عبداللہ سعود (فضیلت سال سوم)

''ندوۃ الطلبہ'' کا افتتاحی پروگرام:

مورخہ ۴/اگست ۲۰۱۶ء مطابق ۲۹/شوال ۱۴۳۷ھ بروز جمعرات صبح ساڑھے نو بجے ''قاعۃ المحاضرات'' میں زیر صدارت شیخ الجامعہ مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ ''ندوۃ الطلبہ'' کا افتتاحی پروگرام ہوا، جس میں ناظم اعلی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی حفظہ اللہ نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت فرمائی۔

پروگرام کا آغاز ضیاء الرحمٰن (فضیلت سال دوم) کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد عبدالعزیز کفایت اللہ (کلیہ سال اول) نے حمد باری تعالی اور نعیم اختر علی حسین (عالم سال اول) نے نعت نبی اور دانش جمال (فضیلت سال دوم) نے اپنے رفقاء کے ساتھ ترانہ جامعہ اور محمد عارف قسیم الدین (فضیلت سال دوم) نے ''ندوۃ الطلبہ'' کا مفصل تعارف پیش کیا۔ اس کے بعد عبدالالہ محمد رضوان (فضیلت سال سوم) نے عربی تقریر بعنوان: "أهمية العلم في الإسلام" اور عبدالغفار عبدالقدیر (عالم سال دوم) نے اردو تقریر بعنوان: ''اصلاح معاشرہ میں ائمہ وخطباء کا کردار'' اور میزان الرحمٰن

محمد سلیمان (کلیہ سال اول) نے ہندی تقریر بعنوان: ''वर्तमान युग में दावत इलल्लाह की आवश्यकता'' اور علاء الدین مقبول احمد (فضیلت سال سوم) نے انگریزی تقریر بعنوان: "The Problems of refugees and Islam" پیش کی۔ بعد ازاں شیخ الجامعہ مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ نے صدارتی خطاب پیش کیا۔ صدارتی خطاب میں شیخ الجامعہ حفظہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان: ﴿إنما يخشى الله من عباده العلماء﴾ کی روشنی میں طلبہ کرام کو ان کے مقام ومرتبہ اور حیثیت ورفعت کی طرف توجہ دلائی اور انہیں نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ آپ اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ پڑھائی میں خوب محنت کریں اور فواحش ومنکرات سے احتراز کریں تا کہ آپ پر کوئی انگلی اٹھا نہ سکے۔ شیخ الجامعہ حفظہ اللہ نے طلب علم میں محدثین کرام اور سلف صالحین کی محنت ومشقت اور ان کی جانفشانیوں سے عبرت حاصل کرنے اور دور طالب علمی میں مصائب جھیلنے کے فوائد پر روشنی ڈالی۔ مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری اور ڈاکٹر وصی اللہ محمد عباس مدنی حفظہ اللہ وتولاہ کا ذکر خیر کرتے ہوئے دور تلمذی میں ان کی مخلصانہ کوششوں اور حصول علم میں ان کی حرص کو بیان کیا۔

اخیر میں مہمان خصوصی فضیلۃ الشیخ عبداللہ سعود سلفی ناظم اعلیٰ جامعہ سلفیہ بنارس حفظہ اللہ نے کلیدی خطاب پیش کیا۔ ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے اپنے خطاب میں اساتذہ وطلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کسی بھی چیز میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اس کے قوانین وضوابط پر عمل کرنا ناگزیر ہے، اس کے بغیر کامیابی مل نہیں سکتی۔ اس کے بعد ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگ تعلیم وتعلم میں زیادہ سے زیادہ محنت کریں تا کہ جامعہ کا تعلیمی وتربیتی معیار بلند ہو اور معاونین خوش ہوں اور جامعہ کو ان سے مزید تعاون ملے اور مالی اعتبار سے جامعہ مستحکم ہو۔ واضح رہے کہ مالی اعتبار سے ابھی جامعہ کا حال بہت اچھا نہیں ہے۔ اخیر میں ناظم اعلیٰ حفظہ اللہ نے طلبہ جامعہ سے کہا کہ آپ جامعہ کی زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔

تعطیل عید الاضحیٰ:

حسب معمول اس سال بھی جامعہ میں عید الاضحیٰ کی تعطیل رہے گی جو کہ ۷/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۰/ستمبر ۲۰۱۶ء بروز سنیچر تا ۱۹/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۲۰۱۶ء جمعرات تک رہے گی۔ ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۴/ستمبر ۲۰۱۶ء سنیچر سے جامعہ میں تعلیم شروع ہو جائے گی، ان شاء اللہ۔

(شعبۂ اطلاعات ورابطہ عامہ)

☆☆☆

باب الفتاوی

سوال: اسلامی شریعت میں بغیر دانتے ہوئے جانور کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ دانتا ہوا جانور نہ پانے کی صورت میں کس طرح کا جانور ذبح کیا جائے۔امید ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل جواب سے مرحمت فرمائیں گے۔

الجواب بعون الله الحميد ومنه التوفيق والتسديد:

شریعت اسلامیہ نے عیدالاضحیٰ میں قربانی کے جانوروں کے لیے جن شرطوں کو لازمی قرار دیا ہے ان میں ایک اہم شرط یہ ہے کہ جانور مسنہ (دانتا ہوا) ہو۔بغیر دانتے ہوئے جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔مسنہ نہ ملنے یا عدم استطاعت کی صورت میں بھیڑ کا جذعہ جائز ہے۔صحیح مسلم (۱۹۶۳) میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تذبحوا إلا مسنة إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن یعنی دو دانتے جانور کے سوا کوئی اور ذبح نہ کرو لیکن اگر ایسے جانور کا ملنا دشوار ہو تو بھیڑ کا جذعہ ذبح کرلو۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم دیا کہ دانتے ہوئے جانور ہی کی قربانی کرنی چاہیے۔دانتے ہوئے جانور دستیاب نہ ہونے کی صورت میں جذعہ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔یعنی بغیر دانتے ہوئے جانور کی قربانی اس وقت صحیح ہوگی جب اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، خصی، اور بکری میں دانتے ہوئے جانور کا ملنا دشوار ہو جائے۔

مسنہ (میم پر ضمہ، سین کے نیچے زیر اور نون پر تشدید) اسنت کا اسم فاعل ہے۔یہ لفظ اس وقت بولا جاتا ہے جب جانور کو دانت نکل آتا ہے۔اس میں أسن الرجل (آدمی بوڑھا ہوگیا) کا معنی نہیں پایا جاتا ہے۔اس لیے جب یہ فعل آدمی کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس میں درازئ عمر کا معنی پایا جاتا ہے۔جب یہ فعل جانوروں کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کا معنی دانتا ہونا ہوتا ہے۔مشہور عالم لغت ابن منظور افریقی لسان العرب (۱۳/۲۲۲) میں لکھتے ہیں:

والبقر والشاة يقع عليهما اسم المسن إذا أثنيا فإذا سقطت ثنيتهما بعد طلوعها فقد أسنت، وليس في معنى أسنانهما كبرها كالرجل ولكن معناه طلوع ثنيتهما. بکری اور گائے پر مسن کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب وہ دو دانت کے ہو جاتے ہیں اور جب دانتوں کے نکلنے کی وجہ سے آگے کے دونوں (دودھ والے) دانت ٹوٹ جاتے ہیں تو اس وقت کہا جاتا ہے 'اسنت' جانور دانتا ہوگیا۔اس میں سن عمری کا معنی نہیں پایا جاتا ہے برخلاف آدمی کے کیوں کہ 'اسن الرجل' اس وقت بولا جاتا ہے جب وہ بڑی عمر کا ہو جاتا ہے۔

ابن اثیر نے النہایہ (۲/۲۱۴) میں ابن قتیبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

هي التي لم تنبت أسنانها كأنها لم تعط أسنان كما يقال : لم يلبن فلان، أي: لم يعط لبناً، وأراد ابن عمر أنه لا يضحى بأضحية لم تثن، أي: لم تصر ثنية. فإذا أثنت فقد أسنت . غیر مسنہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دانت نہ نکلے ہوں گویا کہ اسے دانت دیا ہی نہیں گیا' جیسا کہ کہا جاتا ہے 'لم یلبن فلان' فلاں کو دودھ نہیں دیا گیا۔اور ابن عمر نے یہ ارادہ کیا کہ وہ کسی ایسے جانور کی قربانی نہیں کریں گے جو مسنہ نہ ہوگا۔جب جانور کو دانت آجاتا ہے تو وہ مسنہ ہو جاتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: منتقی شرح موطا (۴/۱۶۶) الاستذکار شرح موطا (۱۵/۱۳۰) شرح زرقانی (۳/۷۱) غریب

الحدیث للخطابی (۲/ ۴۱۵) شرح مسلم نووی (۱۳/ ۱۲۵) اوجز المسالک (۱۰/ ۲۱۵) مرعاۃ المفاتیح (۵/ ۷۷)

مسنہ: اس جانور کو کہتے ہیں جس نے اپنے دونوں سامنے کے نیچے والے دانت گرادیئے ہوں اوران کی جگہ پر دو چھوٹے دانت نکل چکے ہوں۔اسے (ثنی) بھی کہا جاتا ہے۔اہل لغت اور شارحین حدیث کے محققین علماء کا یہی قول ہے۔مسنہ کا یہی معنی علامہ سندھی نے سنن نسائی کے حاشیہ (۷/ ۲۱۸) میں بیان کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔

بعض اہل علم نے مسنہ کا معنی 'ایک سال' کا کیا ہے۔یہ معنی لغت کے حساب سے صحیح ہے اور نہ ہی عرف کے لحاظ سے، کیوں کہ مسنہ 'سن' (سین کو کسرہ اور نون کو تشدید) سے بنا ہوا ہے، نہ کہ 'سنة' (سین اور نون کو زبر) سے' جس کے معنی 'سال' کے ہوتے ہیں۔عرفاً بھی بکرا ایک سال میں دودانتا نہیں ہوتا ہے۔اونٹ ہی رہتا ہے۔شاذ ونادر طور پر ایک سال کا ہوکر دانت گراسکتا ہے، مگر شاذ ہونے کی وجہ سے اس پر کوئی حکم لاگو نہیں ہوگا۔عمر کا لحاظ نہ کرکے دانتا ہونے کی طرف رہنمائی کرنے کی غالباً حکمت یہ ہے کہ دانت گرنے کے لیے کوئی عمر متعین نہیں ہے، نیز عمر کا تعین بھی مشکل ہے، اس میں اختلاف ہوسکتا ہے۔کوئی شخص فروخت کے لیے جانور کی عمر میں کذب بیانی اور دروغ گوئی سے کام لے سکتا ہے۔جانور کے فربہ ہونے کی وجہ سے دس ماہ کے بچے کو ایک سال کا بتا سکتا ہے، لیکن اس کے برعکس دانت گرنا اور اس کی جگہ نیا دانت آنا ایک واضح اور یقینی علامت ہے' جس میں کسی طرح کا شک اور دھوکہ ممکن نہیں۔لہذا صحیح بات یہ ہے کہ قربانی کا جانور دانتا ہونا چاہیے، بکرا ہو یا گائے یا اونٹ۔اگر مسنہ دستیاب نہ ہو تو بھیڑ کا جذعہ جائز ہے اور جذعہ بھی ایک سال کا ہونا چاہیے۔

عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں تھے۔قربانیوں کا وقت آگیا تو ہم میں سے کوئی شخص دو دو' تین تین جذعہ دے کر مسنہ خریدتا تھا۔قبیلہ مزینہ کا ایک شخص ہم سے کہنے لگا: ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ عیدالاضحیٰ کا دن آگیا۔لوگ دو دو' تین تین جذعہ دے کر کے مسنہ خریدنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إن الجذع یوفی مما یوفی منه الثنی جذعہ کفایت کرسکتا ہے جہاں دودانتا کفایت کرتا ہے۔نسائی (۴۳۸۸) اس کی سند صحیح ہے۔

ابوداود (۲۷۹۹) کی صحیح روایت میں ہے: عاصم بن کلیب اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی مجاشع (بن مسعود) کے ساتھ تھے۔اس وقت بکریاں مہنگی ہوگئیں تو انہوں نے منادی کو حکم دیا کہ وہ اعلان کردے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: إن الجذع یوفی مما یوفی منه الثنی (ایک سالہ) جذعہ اس چیز سے کفایت کرتا ہے جس سے ثنی (وہ جانور جس کے سامنے کے دانت گرگئے ہوں) کفایت کرتا ہے۔

حاشیہ سندھی (۷/ ۲۱۸) میں ہے: جذعة من الضأن :ما تم له سنة بھیڑ کا جذعہ اسے کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو۔یہی محدثین اور اکثر ائمہ لغت کا خیال ہے۔اسی کو تقی الدین ابوبکر محمد شافعی (وفات: ۸۲۹ھ) نے صحیح کہا ہے۔کفایۃ الاخیار (۲/ ۲۸۳) نیز دیکھیں: التعلیقات السّلفیہ (۲/ ۱۹۶) جمہور کی رائے ہے کہ مطلق طور پر بھیڑ کا جذعہ جائز ہے۔منۃ المنعم (۳/ ۳۲۲) انہوں نے حدیث کو استحباب اور افضلیت پر محمول کیا ہے لیکن اس صریح روایت کے الفاظ ان کے مخالف ہیں۔

دارالإفتاء

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس